بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَوۡحَیۡنَا اِلَیۡکَ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ ط

وحی

صِرف قرآن میں ہے

ماسٹر محمد علی رسولنگری سابقہ ایڈیٹر بلاغ القرآن

شائع کردہ

ادارہ بلاغ القرآن 110۔این سمن آباد لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

مسئلۂ کتابتِ حدیث

عربی زبان میں لفظ حدیث کا مطلق معنی ہے **بات**۔ لیکن اسلامیات کی زبان میں حدیث کہا جاتا ہے رسول صاحب قرآن سلام علیہ کے قول کو۔ حقیقت کے لحاظ سے رسول کے اقوال کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو آپ نے بحیثیت رسول ارشاد فرمائے اور دوسرے وہ جو آپ بشری حیثیت سے شبانہ روز گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ علماء روایات میں سے کسی بھی صحیح الدماغ اور غیر متعصب صاحب علم کو رسول سلام علیہ کی رسولی اور بشری ہر دو الگ الگ حیثیتوں کا ہرگز ہرگز انکار نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم نے آپ کی دونوں حیثیتوں کو پوری طرح نکھار کر واضح کر رکھا ہے۔

محمد سلام علیہ کی رسولی اور بشری حیثیت قرآنِ کریم کے آئینے میں

☆ قرآن کہتا ہے کہ جب میرا رسول بحیثیت رسول کلام کرتا ہے تو اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ بلکہ وہ وہی کچھ بولتا ہے جو اُس کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔ ☆ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (53/3-4) ☆ اور محمد سلام علیہ کے اسی نطق گرامی کے متعلق ارشاد ہوا ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (4/64) اور ہم نے اپنا کوئی بھی پیغام پہنچانے والا نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے اذن کیساتھ اس کی اطاعت کی جائے۔ دیکھئے! یہاں آپ کی اطاعت بحیثیت رسُول لازم کی گئی ہے بحیثیت بشر نہیں اور رسول کی اطاعت اللہ کے پیغام کی اطاعت ہے۔ کیونکہ اللہ کے پیغام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اسی لئے ارشاد ہوا ہے کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (4/80)

☆ اللہ کے رسول، چونکہ اللہ ہی کا پیغام پہنچاتے، اور اس کے پیغام ہی کی اطاعت کرواتے تھے۔ اس لئے رسول کی اطاعت (یعنی پیغام پہنچانے والے کی اطاعت) اللہ ہی کی اطاعت ہوتی ہے، بشری اطاعت کی اللہ تعالیٰ نے سو فیصدی نفی کر رکھی ہے۔ چنانچہ نفی اثبات کے حصر کے ساتھ ارشاد ہوا ہے وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (18/26)

☆ **اب آیئے** محمد سلام علیہ کی بشری حیثیت کی طرف۔ آیات بالا میں جہاں آپ کی اطاعت فرض کی گئی ہے۔

اگر یہ آپ کی بشری اطاعت ہوتی تو لازم آتا تھا کہ قرآنِ کریم آپ کے ہر فیصلے، ہر حکم اور ہر اجازت کی تصدیق و تائید کرتا۔ مگر سورۃ توبہ میں محمد سلام علیہ کے فیصلے پر، جو آپ نے اجازت نامے کی صورت میں جاری کیا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہہ نازل کی گئی ہے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک جنگ کے موقعہ پر جب جہاد کے لئے نکلنے کا حکم عام نافذ کیا گیا تو کچھ منافقوں نے رسولِ سلام علیہ کے پاس حاضر ہو کر محض جھوٹی معذرت پیش کی کہ وہ فلاں فلاں مجبوری کی بدولت شریکِ جہاد نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ محمد سلام علیہ نے انہیں جنگ میں عدم شرکت کی اجازت دیدی۔ اس پر آیتِ ذیل نازل ہوئی عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ (9/43) (مفہوم) اللہ آپ کو معاف کرے آپ نے انہیں کیوں اجازت دے دی ہے۔ (آپ کو اجازت نہیں دینی چاہئے تھی) تا کہ آپ پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی ظاہر ہو جاتے جو (اپنے دعویٰ ایمان میں) جھوٹے ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ محمد سلام علیہ کا وہ قول جس میں آپ نے منافقوں کو مذکورہ بالا اجازت دی تھی۔ وہ رسولی نہیں بلکہ بشری قول تھا۔ جس کی اللہ تعالیٰ نے مخالفت بھی کی اور تنبیہہ بھی نازل فرمائی۔ پس علماءِ کرام پر لازم آتا ہے کہ محمد سلام علیہ کی رسولی اور بشری احادیث و اقوال کی تمیز کریں، جن کا نمونہ 9/43 میں نازل کر دیا گیا ہے۔

تفسیرِ ثنائی

تفسیرِ ثنائی مرتبہ محمد داؤد صاحب راز کے صفحہ ۶۵۰ پر آیت مجیدہ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا..... الخ (58/1-2) کی تفسیر بالفاظ ذیل درج ہے۔

عرب میں دستور تھا کہ مرد خفا ہو کر عورت کو کہہ دیتا کہ تیری پیٹھ مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ اس کو "ظہار" کہتے تھے۔ اس کہنے کے بعد (دستورِ عرب کے مطابق) عورت مرد سے ہمیشہ کیلئے جدا ہو جاتی۔ ایک صحابیؓ نے اپنی بیوی خولہؓ کو ایسا کہہ دیا اور حسبِ دستور ملک طلاق جان کر اس جُدا ہو گیا۔ خولہؓ نے محمد سلام علیہ کے حضور حاضر ہو کر عرض معروض کی۔ محمد سلام علیہ نے بھی حسبِ دستور اُس کی جُدائی کا حکم فرمایا۔ مگر وہ (خولہؓ) بے حد مصر رہی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کو آیتِ ظہار کہتے ہیں۔ اسلام نے ظہار کو طلاق قرار نہیں دیا۔"

اب غور فرمایئے گا

تفسیرِ ثنائی کے مطابق جو ہمارے نزدیک سو فیصدی غلط اور ناموسِ رسالت کے منافی[1] ہے۔ خولہؓ نے محمد سلام علیہ

کے فیصلۂ طلاق کو بار بار نامنظور کیا۔ جھگڑتی رہی۔ اور آپ کے فیصلے کے خلاف حضورِ الٰہی میں شکایت کرتی رہی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فیصلہ دیا کہ ظہار کرنے سے بیوی ماں نہیں بن جاتی۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ آج کل کے علماء اپنے فیصلے کے مطابق کہ حدیث کا منکر کافر، ملحد، زندیق اور جہنمی ہے۔ خولہؓ پر یہ دفعیں کیوں نہیں لگاتے۔ کیا خود ان کی تفسیر کے مطابق خولہؓ کی طرف سے حدیث کا بتکرارِ کثیر انکار کرنا ثابت نہیں ہوتا؟

آیاتِ مجیدہ 58/1-4 کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ مذکورہ عورت خاوند کے ظہار کی بدولت اس سے جدا ہو گئی۔ مگر محمد سلام علیہ نے اُسے بار بار کہا کہ ظہار سے طلاق وارد نہیں ہوتی۔ مگر وہ انکار کرتی رہی۔ واضح رہے کہ محمد سلام علیہ تو قبل از نبوت ہی قرآنی ہدایت کے متجسس تھے۔ 93/7 اور جب قرآن نازل ہوا اور آپ نبی ہوئے تو جملہ ضروری مسائل پہلے ہی دیدیئے گئے تھے 2/226 میں بیویوں سے متعلقہ ایسی قسموں کو باطل قرار دے دیا گیا ہے۔ اور 58/3-4 میں بیویوں سے علیحدگی کی قسموں کا اعادہ کرنیوالوں پر حدّ قائم کر دی گئی ہے کہ طلاق تو ہوتی نہیں البتہ انہیں جنسی رجعت سے پہلے یا تو ایک غلام آزاد کرنا ہوگا یا پے در پے ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے اور یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔ المختصر! 58/1-2 میں شانِ رسالت سو فیصدی محفوظ ہے (علماءِ روایات خواہ مخواہ ناموسِ رسالت کے درپے رہتے ہیں)

ہمارے علماء کرام تو یہ بھی کہتے ہیں کہ

رسول اللہ سلام علیہ نے معاذ اللہ معاذ اللہ بیویوں کے کہنے پر شہد یا ماریہ قبطیہؓ کو حرام کر دیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہہ نازل فرمائی تھی کہ آپ نے ایسا کیوں کہا ہے کہ میں فلاں چیز کو حرام ٹھہراتا ہوں۔ اس کے علاوہ علماء کرام خود ہی کہتے ہیں کہ رسول سلام علیہ نے زیدؓ کو فرمایا کہ بیوی کو طلاق نہ دے اور خود ہی کہتے ہیں کہ زیدؓ نے رسول کی حدیث آپ کے قول اور حکم کا چٹے دن انکار کر کے بیوی کو طلاق[2] دیدی تو ہم پوچھتے ہیں کہ پھر زیدؓ کے متعلق علماء کرام کا کیا فیصلہ ہے کہ کیا ہو منکرِ حدیث تھے یا نہیں؟

☆[1] محمد سلام علیہ پر کسی چیز کو حرام ٹھہرانے کا بہتان محض ہے 66/1 میں لِمَ تُحَرِّمُ استفہام انکاری ہے۔ جس میں آپ کی شانِ اطاعت گزاری اُجاگر کی گئی ہے کہ آپ اس چیز کو کیوں حرام کریں گے۔ یعنی ہرگز حرام نہیں کریں گے جسے اللہ نے حلال کر رکھا ہے۔

☆[2] زیدؓ پر بھی الزام محض ہے۔ تفصیل کیلئے ادارہ کا پمفلٹ تجزیہ قصہ زیدؓ ملاحظہ فرمائیں۔

شانِ بشریت کا اعلان' خود رسول سے کروادیا گیا ہے

منافقوں کو اجازت دینے کے واقعہ 9/23 میں رسول کی شان بشریت کو اجاگر کرنے کے علاوہ قرآنِ کریم کے متعدد مقامات پر خود رسول سلام علیہ ہی سے اعلان کروادیا گیا ہے کہ لوگو! میں تمہارے جیسا ہی بشر ہوں۔ تم میں اور مجھ میں فرق صرف یہ ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنا پیغام میرے ذریعہ تمہاری طرف پہنچاتا ہے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ 41/6, 18/110 ۔

سب رسُول بشر تھے

جس طرح 9/43 میں محمد سلام علیہ کی بشریت اُجاگر کی گئی ہے کہ منافقوں سے متعلقہ آپ کا فیصلہ بشری فیصلہ تھا، رسولی نہیں تھا۔ اسی طرح قرآنِ کریم نے باقی رسولوں کی بشریت بھی نمایاں کر رکھی ہے۔ یُونس سلام علیہ کا اپنی قوم اور اپنی ہجرت سے متعلقہ فیصلہ بشری تھا، رسولی فیصلہ نہیں تھا۔ جس کے بعد آپ کو اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (21/87) کا اقرار کرنا پڑا۔ نُوح سلام علیہ کا بیٹے کیلئے دُعا کرنا بھی بشری قول تھا۔ جس کے بدلے حضورِ باری سے ان الفاظ میں تنبیہ آئی۔ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (11/46) ابراہیم سلام علیہ کا آذر کے لئے دعا کرنا بھی بشری حدیث تھی، جس کے لئے تنبیہ کی گئی۔ اور آپ کے اس قول کو اسوۂ رسولی سے خارج کر دیا گیا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ..... اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ (60/4)

چنانچہ رسول سلام علیہ کے علاوہ جملہ رُسل انبیاء سے بھی ان کی اقوام کے سامنے الگ الگ اقرار کروادیا گیا تھا کہ لوگو! اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے کہ ہم تمہارے جیسے بشر ہیں قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (14/11)

قرآنِ کریم رسول پرستی کی اجازت نہیں دیتا

المختصر! حدیث کی حقیقت سمجھنے میں بنیادی غلطی یہ ہو چکی ہے کہ محمد سلام علیہ کی رسولی اور بشری حیثیت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جسے قرآنِ کریم نے 9/43 میں اچھی طرح نکھار کر اُجاگر کر رکھا ہے کہ اگر تم نے اسے نظر انداز کر دیا تو رسول پرستی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ جیسے کہ آج حالت یہ ہے کہ قرآنِ کریم محض تلاوت کے لئے رہ گیا ہے اور دین کی اساس احادیث قرار دیدی گئی ہیں۔ اور پھر اگر صحیح احادیث ہوتیں تو پھر بھی واقعہ اجازت 9/43 کی حقیقتِ حال نمایاں ہوتی چلی جاتی اس سلسلے میں ستم بالائے ستم یہ ہوا ہے کہ عن فلاں کے طریقہ سے صدیوں بعد کی روایت کردہ روایات کو احادیثِ رسول سلام علیہ ٹھہرالیا

گیا ہے۔اس طرح قرآنِ حکیم تو رسول پرستی تک کی اجازت نہیں دیتا۔لیکن امت تیسری صدی کے راویوں کو منزہ عن الخطا قرار دے کر رُواۃ پرستی کی مرتکب ہو چکی ہے کہ چونکہ فلاں فلاں راویوں نے کہا تھا کہ رسول سلام علیہ نے یہ فرمایا تھا اس لئے یہ روائتیں واقعتہً احادیثِ رسول ہیں۔العیاذُ باللہ!

غیر منزل من اللہ ہر چیز کی اتباع سے منع کر دیا گیا ہے

یہاں تک ہم نے سابقہ رسولوں سمیت محمد سلام علیہ کی رسولی اور بشری حیثیت خود الفاظِ قرآنیہ کی روشنی میں نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔لہٰذا رسول کی ان دو الگ الگ حیثیتوں کے لحاظ سے رسول کی احادیث کی بھی دو قسمیں ثابت ہوتی ہیں۔بشری احادیث اور رسولی احادیث۔بشری احادیث کی منافقوں کو اجازت دینے 9/43 کے الفاظ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ ۔میں نمایاں ہو چکی ہے کہ رسول کے بشری فیصلہ یعنی بشری اقوال کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخالفت بھی ہوتی تھی۔تنبیہ بھی نازل ہوتی تھی۔اور ان پر عفو بھی کیا جاتا تھا۔باقی رہیں آپ کی رسولی احادیثِ مبارکہ۔تو اللہ تعالیٰ نے محمد سلام علیہ کی رسولی حیثیت کے مطابق اپنے سارے کے سارے پیغام کو رسول کا قول قرار دیا ہے:۔اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (69/40)

اس آیت کے الفاظ رسولِ کریم سے علماءِ کرام مراد لیتے ہیں جبریل حالانکہ مزید وضاحت اس سے اگلی آیت میں کر دی گئی ہے۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (69/41) = اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں۔قرآن شاہد ہے کہ لوگ رسول سلام علیہ کو شاعر کہا کرتے تھے۔جبریل کو نہیں کہتے تھے۔پورے قرآن کو رسول کا قول اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کے قلب پر بے آواز نازل ہوا تھا 2/97۔ بآواز اور قول کی صورت میں چونکہ رسول کی زبانِ مبارک سے ادا ہوا۔اسلئے بارشادِ وحی رسول کا قول کہلایا۔علاوہ ازیں رسول سلام علیہ کی صحیح احادیث کو آپ کی زندگی کے واقعات کو درج قرآن کرتے ہوئے خود وحی کے ذریعے قرآن کریم میں محفوظ کر دیا گیا ہے۔مثلاً = اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (9/40) جس وقت ہمارے رسول نے اپنے ساتھی سے کہا غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (33/37) جب آپ نے اس شخص سے جس پر اللہ نے اور آپ نے انعام فرمایا تھا۔یہ کہا کہ اپنی بیوی کو اپنے لئے روک رکھ۔

☆ ان احادیثِ مبارکہ کے علاوہ قُل مذکور اور قُل محذوف کے ساتھ رسول سلام علیہ کی سینکڑوں احادیثِ مبارکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکیزہ کتاب میں محفوظ کر کے اعلان کر دیا ہے کہ خود اللہ کی نازل کردہ حدیث کے سوا، جواز روئے قال ساری

کی ساری قولِ رسول ہے 69/40 اس میں رسول کی صحیح احادیث بھی جمع کر دی گئی ہیں' 43 ,9/40 ,33/47 اور قُل مذکورہ قُل محذوف کے بعد والے تنزیلی الفاظ کیساتھ بھی سینکڑوں احادیث جمع کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ اس تنزیلی حدیث کے سوا اور کونسی حدیث ہے۔ جو ایمان کے لائق ہو سکتی ہے؟

☆ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ o (77/50) ☆ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ o (45/6)

☆ ان آیات کریمات کے فیصلے کے مطابق اس حدیث کے سوا، جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے، کوئی اور حدیث قابلِ ایمان نہیں کیوں؟ اس لئے کہ احسن الحدیث اللہ تعالیٰ نے خود نازل کر دی ہے۔ جو صرف اس کی مقدس اور پاکیزہ کتاب ہے۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا (39/23) اور اس کے بعد اس حدیثِ مبارکہ کے سوا کسی اور حدیث کی طرف بھاگنے سے مطلقاً منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ (7/3) (مفہوم) ایمان والو! صرف اس کتاب کی اتباع کرنا جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اس کے سوا غیر منزل من اللہ کتابوں کے دوستوں کی اتباع ہرگز نہ کرنا۔

دیکھئے

☆ آیت بالا 7/3 میں امر اور نہی دونوں طریقوں کے ساتھ قطعی فیصلہ دیدیا گیا ہے کہ جو کتاب منزل من اللہ نہیں وہ قابلِ اتباع نہیں غیر منزل من اللہ کسی کتاب کی اتباع اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانی ہے۔ سابقہ صفحات میں دی گئی جملہ آیاتِ کریمات میں اُمت کے لئے اس امر کی اتمامِ حجت کر دی گئی ہے کہ امتِ مسلمہ کے سابقہ امتوں کی طرح بشری حدیثوں کے پیچھے پڑ کر کتاب اللہ کو پسِ پُشت پھینک دے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کہ کتاب رہ جائے صرف تلاوت وثواب کیلئے، اور مسائل پھنسے رہیں۔ روایات کی دلدلوں میں۔ چنانچہ جیسا کہ سابقہ صفحات میں ثابت کیا گیا ہے کہ قولِ رسول 66/40، احسن الحدیث 39/23 منزل من اللہ 39/24 کے جملہ تقاضے قرآنِ کریم میں پُورے کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن:۔

اطاعت واتباعِ رسول سلام علیہ

☆ علماء کرام کا فیصلہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم ضروریاتِ دین کیلئے کافی نہیں۔ جبتک اس کے ساتھ کتب روایات شامل نہ کی جائیں۔ لیکن قرآنی فیصلے کے مطابق، چونکہ یہ کتابیں منزل من اللہ نہیں اس لئے واجب الاتباع نہیں۔ غیر منزل من اللہ کی اتباع کرنا اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانی ہے 7/3 اس ضمن میں کتب روایات کو منوانے کے لئے علمائے کرام نے آیاتِ ذیل کا بھی

غلط مفہوم پھیلا رکھا ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ 4/59 اور فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ حالانکہ یہ زندہ رسول کی اطاعت واتباع کا حکم ہے۔ متوفی رسول کے صدیوں کے بعد عن فلاں عن فلاں کے غیر محفوظ وغیر معقول طریقے سے رسول سلام علیہ کی طرف منسوب کردہ روایات کی اتباع کا حکم نہیں۔ پھر عربی زبان کی مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ رسول کا معنیٰ روایات نہیں ہے۔ بلکہ رسول کا معنیٰ ہے اللہ کا پیغام پہنچانے والا۔ اور اللہ کا پیغام پہنچانے والے کی اطاعت واتباع اللہ کے پیغام قرآن کریم کی اطاعت ہے۔ اتباع ہے جو 7/3 کے مطابق فرض بھی ہے اور غیر منزل من اللہ کی اتباع کے جُرم سے محفوظ بھی رکھتی ہے۔ علماء کرام کی یہ عجیب منطق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو غیر منزل من اللہ کی اتباع سے امر و نہی دونوں کے ساتھ منع کر رکھا ہے۔ مگر اس واجب الاحترام گروہ نے خود اقوال رسول کے نام سے غیر منزل من اللہ کی اتباع کو فرض قرار دے دیا ہے۔ بالفاظِ دیگر خود اللہ کے رسول کے نام سے اللہ کی نافرمانی کرائی جاتی ہے۔ العیاذُ باللہ!

مسئلہ کتابت حدیث

جیسا کہ قرآنِ کریم کی روایات کریمات کے دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ حدیث کے جملہ تقاضے قرآن مجید میں پورے کر دیئے اور اس کے سوا کی اتباع کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اس لئے کتابتِ قرآن میں کتابتِ حدیث کا مرحلہ بھی پورا ہو چکا۔ قرآنِ کریم اوّلین نسخۂ امام کو رسول سلام علیہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا 29/48۔ آپ خود اپنی نگرانی میں صبح شام اس نسخۂ امام سے مزید متعدد نسخے نیکوکار اور علمِ صرف ونحو کے ماہر کاتبوں سے املا کرایا کرتے تھے۔ 80/15-16, 25/8 قرآنِ کریم ہرن کی کشادہ جھلی پر سطر وار لکھا گیا تھا 52/3 رسول خود تنزیلی حافظ تھے 87/6 اور آپ نے بہت سے صحابہؓ کو بھی حافظ بنا دیا تھا 29/49 رسولِ کریم سلام علیہ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن کریم کا امام نسخہ ہر وقت آپ کے پاس موجود رہتا تھا۔ جسے ہاتھ میں پکڑ کر رسول فرمایا کرتے۔ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ (6/19) اور میری طرف یہ قرآن نازل کیا گیا ہے۔

☆ اس طرح احسن الحدیث کی کتابت خود رسول سلام علیہ کے ہاتھ سے، رسول کی زندگی میں خود آپ ہی کی نگرانی میں انجام پائی اور کتابت کے مذکورہ بالا تمام مرحلوں کی خبر مذکورہ بالا آیاتِ کریمات کے مطابق قرآنِ کریم میں محفوظ ہے۔ نیز قرآنِ کریم اپنی اصلی اور صحیح کتابی صورت میں دُنیا کے سامنے موجود بھی ہے۔ لیکن جو غیر منزل من اللہ کتابیں حدیث کے نام سے منسوب کی گئی ہیں ان کی کتابت کی یہ کیفیت ہے کہ خود بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی وغیرہ صحاح ستہ کے دیباچوں میں لکھا ہے کہ ان کے مرتبین کا زمانہ تیسری صدی ہجری تھا۔ نیز مسند امام ابو یعلیٰ، معانی الآثار امام طحاوی، صحیح امام ابن حبان، معجم صغیر،

کبیر اور اوسط امام طبرانی، سنن امام دار قطنی وغیرہ کے مرتبین چوتھی صدی ہجری کے افراد تھے۔ بالفاظِ دیگر یہ صحیح ترین مانی گئی کتابیں بعض تیسری صدی میں اور بعض چوتھی صدی ہجری میں لکھی گئی تھیں۔ لیکن

کتابچہ کتابتِ حدیث عہدِ نبوی میں

محترم ابوبکر صاحب غزنوی نے حال میں ''کتابتِ حدیث عہدِ نبوی میں'' کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا ہے جس میں اس امر کے دلائل مہیا کئے گئے ہیں کہ ایک ذخیرہ احادیث کی کتابت عہدِ نبوی میں بھی ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ نے کتابچہ کے صفحہ ۴ سطر ۱۵ تا ۱۰ پر لکھا ہے:

☆ احادیث کا بہت بڑا سرمایہ عہدِ نبوی مین صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں مرتب ہو چکا تھا۔ احادیث کا یہ ذخیرہ جو صحابہ کرام کے ہاتھوں قلمبند ہوا۔ اس کی تعداد ان احادیث سے ہرگز کم نہیں جو آج حدیث کی مستند اور مطبوعہ کتابوں میں موجود ہیں۔

ہمارا سوال

اس پر ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں موجودہ ذخیرہ احادیث کے برابر ایک عظیم ذخیرہ پہلے ہی مرتب ہو چکا ہے تو پھر صحابہؓ کے مرتب کردہ اس محفوظ ذخیرے کی موجودگی میں عن فلاں عن فلاں کے غیر محفوظ طریقے سے اس مجموعۂ اختلافات کو جمع کرنے کی ضرورت کس طرح پڑ سکتی تھی۔ جس میں غیر احسن، ضعیف اور وضعی، احادیث کی موجودگی خود اہلِ روایات کے ہاں مسلّم ہے۔ چونکہ کتابچہ کا بتایا ہوا، صحابہؓ کا مرتب کردہ ذخیرہ احادیث اس وقت کہیں موجود نہیں اس لئے ذیل کی چار میں سے ایک چیز کا ماننا لازم آتا ہے۔

(۱) پہلی یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے احادیث کا عظیم ذخیرہ خود ہی ضائع کر دیا تھا۔

(۲) دوسری یہ کہ اگر صحابہؓ کے متعلق ایسا تصوّر قابلِ قبول نہیں تو پھر ماننا پڑیگا کہ صحابہؓ کے مرتب کردہ ذخیرۂ احادیث کو تابعین نے ضائع کر دیا اور تبع تابعین بچاروں کو ایک ایک حدیث کے لئے سَو سَو میل کا سفر کر کے موجودہ ذخیرہ عن فلاں عن فلاں کے غیر محفوظ طریقے سے مدوّن کرنا پڑا۔

(۳) تیسری یہ کہ اگر تابعین کے متعلق بھی یہ تصوّر قابلِ قبول نہیں کہ صحابہؓ کے مرتب کردہ ذخیرے کو انہوں نے ضائع کر دیا ہو تو پھر ماننا پڑے گا کہ صحابہؓ کا مرتب کردہ ذخیرۂ احادیث تبع تابعین تک پہنچایا تھا مگر اُنہوں نے اُسے ضائع کر کے عن فلاں، عن فلاں کے غیر معتبر اور غیر محفوظ طریقہ سے موجودہ ذخیرہ رطب و یابس اور ضعیف و موضوع مدوّن کیا۔

(۴) اور چوتھی یہ کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی ایک گروہ کے متعلق بھی ایسا تصور قابلِ قبول نہیں کہ صحابہؓ کے

مرتب کردہ ذخیرۂ احادیث کو ان میں سے کسی نے بھی تلف کیا ہو تو دوپہر کے سورج کی طرح عیاں ہو رہا ہے کہ صاحبِ کتابچہ کے محولا بالا اقتباس کو حقیقت کے ساتھ دُور کا بھی تعلق نہیں۔ چنانچہ حفاظتِ حدیث کا کام خود اللہ تعالیٰ نے اپنی مکمل و محفوظ کتاب میں پوری طرح مکمل کر دیا تھا۔ اس لئے صحابہؓ نے کوئی مجموعۂ احادیث مرتب نہیں کیا جس کے ضائع کرنے کا الزام یا تو خود صحابہؓ پر آتا ہے یا تابعین پر اور پھر تبع تابعین پر۔

☆ باقی رہا موجودہ ذخیرہ روایات کا مسئلہ، تو مذکورہ بالا بحث اور اس ذخیرہ کے اپنے مندرجات کی روشنی میں دوپہر کے سورج کی طرح عیاں ہے کہ یہ ذخیرہ دورِ بعد کی گہری سازش کا نتیجہ ہے کہ عن فلاں، عن فلاں کے غیر محفوظ طریقہ کے ساتھ ایک ایسا مجموعہ مرتب کر کے تیسری اور چوتھی صدی کے بزرگوں کی طرف منسوب کر دیا گیا جس میں نہ ناموسِ رسالت محفوظ ہے نہ ناموسِ ازواجؓ و صحابہؓ۔ چنانچہ اسی ذخیرہ کی مدد سے کبھی کوئی مہاشہ رنگیلا رسول شائع کر دیتا ہے اور کبھی کوئی مستشرق ان مقدسین پر سوقیانہ حملے شروع کر دیتا ہے۔ نیز اس ذخیرے کو انتہائی رقابت سالمیتِ قرآن کے ساتھ ہے جیسے کہ اس کی انتہائی صحیح مانی ہوئی کتاب بخاری شریف میں خود عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے درج ہے کہ آیت رجم قرآنِ کریم میں نازل ہوئی تھی۔ لیکن اب وہ اس میں موجود نہیں۔ (بخاری شریف مطبوعہ قرآن محل کراچی جلد سوم صفحہ ۸۲۹) یعنی قرآن ایک غیر محفوظ کتاب ہے۔ معاذ اللہ!

عربوں کا حافظہ بہت قوی تھا

صاحبِ کتاب کا سارا زور اگرچہ کتابتِ حدیث بعہدِ نبوی پر ہے لیکن بشکلِ مشہود عہدِ نبوی کا مرتبہ ذخیرہ احادیث کہیں موجود نہیں اور موجودہ مشہود ذخیرہ محض عن فلاں عن فلاں کے یاداشتی طریقہ سے جمع کردہ بتایا جاتا ہے اس لئے ساتھ ہی عربوں کے حافظہ کی تعریف بھی بالفاظِ ذیل کر دی ہے۔

☆ اس میں شک نہیں کہ عرب قوم کا حافظہ غیر معمولی تھا اور اس والہانہ عقیدت اور شیفتگی کی بناء پر جو وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھتے تھے ان کے ارشاداتِ گرامی کو حفظ کرنے کا انہیں بڑا اشتیاق تھا۔ جیسا کہ انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ سلام علیہ سے حدیثیں سنتے اور جب آپ تشریف لے جاتے تو ہم آپس میں حدیثوں کا دَورہ کرتے، یکے بعد دیگرے میں سے ہر شخص ساری حدیثیں بیان کرتا۔ (کتابچہ کتابتِ حدیث بعہد نبوی صفحہ ۴)

بخاری شریف کی الٹ شہادت

☆ اللہ جانے کہ روایتی حضرات کو ایسی باتیں لکھتے ہوئے بخاری شریف کے مندرجات کیوں یاد نہیں رہتے۔ صحابہ رضی

اللہ عنہم کے بے پناہ حافظہ اور اس پر مستزاد حدیثوں کا باقاعدہ دَورہ کرنے کے باوجود پھر علمائے احادیث، احادیث کی روائت لفظی کے نہیں، بلکہ روایت معنوی کے قائل ہیں ان کے لئے اس کے بغیر چارہ ہی نہیں۔ کیونکہ ایک ہی عنوان کی الگ الگ حدیثیں الگ الگ الفاظ کے ساتھ درج ہیں۔ جس سے صاحبِ کتابچہ کا مذکورہ دعویٰ سو فیصدی غلط ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم یکے بعد دیگر ایک دوسرے کے سامنے دہرا دہرا کر احادیث مبارکہ کو اپنے بے پناہ حافظے میں محفوظ کر لیا کرتے تھے۔ یہ تو ہوئی دورۂ احادیث اور رسول سلام علیہ کے الفاظ کو محفوظ کرنے کی غلط روایت کی حقیقتِ ثابتہ اب بخاری شریف مطبوعہ مولوی مسافر خانہ کراچی۔ جلد سوم۔ صفحہ ۳۶۳ کے الفاظ میں انتہائی کثیر الروایت صحابی ابو ہریرہؓ کے حافظہ کی تشکیک ملاحظہ فرمائیں۔

''ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین اور بیواؤں کے لئے محنت مزدوری کرنیوالا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ اور قعنبی نے بیان کیا کہ مجھے شک ہے کہ شاید یہ فرمایا۔ اس عبادت گزار کی طرح ہے جو سُست نہیں ہوتا اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو افطار نہیں کرتا۔ (بخاری شریف)

☆ اسی طرح بخاری جلد دوم کے صفحہ ۱۴۶ پر ابنِ عباس کے حافظہ کے ''متعلق'' لکھا ہے:

''ابنِ عباس سے روایت کرتے ہیں کہ..... آپؐ نے بوقتِ وفات تین وصیتیں کیں۔ (۱) مشرکوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا۔ (۲) قاصدوں کو اسی طرح انعام دینا جس طرح میں دیا کرتا تھا۔ (۳) اور تیسری وصیّت میں خود بھُول گیا۔''

بخاری شریف کے الفاظ میں صحابہؓ کے حافظہ کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا کے حافظہ کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں

علماءِ روایات کے ہاں رسول سلام علیہ کو بیویوں کے کہنے پر شہد کو حرام ٹھہرانے کا افسانہ متفقہ طور پر صحیح مانا گیا ہے۔ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ رسول سلام علیہ زینبؓ کے گھر میں شہد کا شربت پینے کے باعث زیادہ توقف کیا کرتے تھے۔ اس لئے باقی ازواج مطہرات نے منصوبہ بنایا کہ رسول جس کے پاس بھی آئیں تو وہ یہ کہے کہ یا رسول اللہ آپ کے مُنہ سے بُو آتی ہے معاذ اللہ چنانچہ بخاری جلد سوم کے صفحہ ۱۳۶ پر عائشہؓ سے یکے بعد دیگرے دو مسلسل روایتیں درج ہیں۔ پہلی میں لکھا ہے کہ رسولؐ زینب بنت جحش کے گھر سے شہد پیا کرتے تھے۔ اور حفصہؓ نے مندرجہ بالا منصوبہ تیار کیا تھا۔ اور دوسری روایت میں درج ہے کہ رسولؐ حفصہؓ کے گھر سے شہد پیتے تھے اور محولا بالا منصوبہ خود عائشہ نے تیار کیا تھا۔

☆ واضح رہے کہ مندرجہ بالا حوالہ جات پوری ذمہ داری کے ساتھ ہدیۂ قارئین کئے گئے ہیں۔ نیز صاحبِ کتابچہ کی خدمت میں بھی مؤدبانہ گذارش ہے کہ صحابہؓ کے حافظہ اور دورۂ حدیث کے متعلق جو کچھ آپ نے کتابچہ میں لکھا ہے اس پر خود بخاری شریف کے مندرجاتِ بالا کے مطابق ضرور ضرور نظرِ ثانی کی زحمت گوارا فرما کر درستی کی کوشش کریں۔

عہدِ نبوی میں مرتب شدہ احادیث کے مجموعے

صاحبِ کتابچہ نے اپنی اس تصنیف میں ذیل کے چند مجموعوں کی خبر دے کر دعویٰ کیا ہے کہ یہ کتابیں عہدِ نبوی میں خود صحابہؓ کے ہاتھوں مرتب ہو چکی تھیں۔

☆ صحیفہ عمرو بن حزم۔ کتابچہ کے صفحہ ۵ پر لکھا ہے کہ یہ صحیفہ مسائلِ زکوٰۃ صدقات اور خون بہا کی تشریح پر مشتمل خود رسول سلام علیہ کے حکم سے لکھا گیا تھا۔ اس کی متعدد نقول کرائی گئیں۔ عمرو بن عبدالعزیز نے ایک نقل دمشق منگالی تھی اور یہ آج تک کتب خانہ ''المجمع العلمی'' دمشق میں محفوظ ہے۔

☆ اس پر ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر یہ صحیفہ واقعتہً رسول سلام علیہ کا لکھوایا ہوا بھی ہے اور محفوظ و موجود بھی تو احادیث کے مروّجہ موجودہ ذخیرے میں کم از کم زکوٰۃ، صدقات اور خوں بہا کے مسائل جو عن فلاں عن فلاں کے غیر معتبر طریقہ کی بجائے اس صحیفہ کی معتبر سند کے ساتھ کیوں نقل نہیں کئے گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مروّجہ ذخیرہ روایات کو مدون کرنے والوں نے، یا تو اس صحیفہ کو موضوع قرار دیکر اس کے مندرجات اپنے ذخائر میں نقل نہیں کئے۔ اور یا یہ صحیفہ ہے ہی کہیں دُور بعد کی پیداوار۔۔۔ پس لازم ہے کہ یا تو بخاری مسلم میں صحیفہ عمرو بن حزم کے سند سے اس کے منقولات دکھائے جائیں اور یا یہ بتایا جائے کہ ان دو میں سے کونسی چیز صحیح ہے کہ آیا آئمہ حدیث نے اس صحیفہ کو وضعی قرار دیکر اس کے مندرجات سے پرہیز کیا تھا۔ اور یا یہ صحیفہ ہی آئمہ حدیث کے بہت دُور بعد عالم وجود میں آیا تھا۔

☆ قبیلہ جہینہ کے نام تحریر اور صحیفہ وائل بن حجر۔ کتابچہ کے صفحہ ۶ پر ترمذی اور طبرانی صغیر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول سلام علیہ نے ایک تحریر قبیلہ جہینہ کی طرف بھیجی تھی۔ اور ایک صحیفہ حضرمُوت کے شہزادہ وائل کیو لکھوا کر دیا تھا۔ جن میں مردار جانوروں کے کھال پٹھوں اور نماز، روزہ، شراب، سُود وغیرہ کے احکام درج تھے۔ ان صحف پر بھی ہمارا وہی سوال ہے کہ ایسی متبرک تحریروں کو صحابہؓ اور تابعین نے نقل در نقل کے ذریعے کیوں محفوظ نہ کیا۔ اور کیوں مروّجہ ذخیرہ احادیث میں نماز، روزہ، شراب، سود وغیرہ کے مسائل عن فلاں، عن فلاں کے غیر محفوظ طریقہ کی بجائے ان صحائف کی سند سے نقل نہیں کئے گئے۔

☆ صحیفہ اہلِ یمن: کتابچہ کے صفحہ پر بروایت دارمی درج ہے کہ رسول سلام علیہ نے اہلِ یمن کو بھی ایک صحیفہ لکھوا کر

روانہ کیا تھا۔ جس میں مختلف احکام کے علاوہ یہ بھی لکھ بھیجا کہ:۔ قرآن مجید صرف پاک آدمی ہی چھو سکتا ہے ۔ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ۔ اور غلام خریدنے سے پہلے آزاد نہیں کیا جا سکتا۔'' کتابچہ کا بتایا ہوا یہ صحیفہ خود اپنے مندرجات ہی کے ہاتھوں وضعی ثابت ہو رہا ہے۔ جن میں عجیب اَن ہونی منطق رسول سلام علیہ کی طرف منسوب کی گئی ہے، جو کسی عقل مند کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی۔ کہ کیا خریدنے سے پہلے غلام آزاد کرنا ممکن ہے؟ اس کے مالک کو قیمت ادا کئے بغیر کوئی پاگل ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے فلاں غلام آزاد کر دیا۔۔۔۔ اور اسی طرح کوئی دیوانہ ہی ایسا کر سکتا ہے کہ کسی عورت کے ساتھ نکاح تو میسر آیا نہیں۔ مگر وہ اعلان کر رہا ہو کہ میں نے فلاں عورت کو طلاق دیدی ہے۔ یہ ہیں کتابچہ میں درج کتابتِ حدیث بعہد نبوی کے دلائل؛ جن میں رسول کی طرف ایسے مضحکہ خیز احکام بھی منسوب کئے گئے ہیں جو عقل و دانش کی میزان پر پورے اُتر ہی نہیں سکتے۔

☆ کتاب الصدقہ: کتابچہ کے اسی صفحہ ۷ پر عبید اللہ بن عمر کی روایت سے لکھا ہے کہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں اپنی عاملوں کے پاس بھیجنے کیلئے کتاب الصدقہ لکھوائی۔ لیکن اس کے بھیجنے سے قبل آپ رحلت فرما گئے۔ ابوبکر خلیفہ ہوئے تو وہ کتاب عاملوں کے پاس بھیجی گئی۔ کتاب الصدقہ میں جانوروں کی زکوٰۃ کے متعلق مسائل درج تھے۔

☆ اقتباس کے الفاظ سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الصدقہ کے متعدد نسخے لکھوائے گئے ہوں گے۔ کیونکہ اس کا لکھا جانا ایک عامل کیلئے نہیں، بلکہ بہت سے عاملوں کیلئے بتایا گیا ہے۔ تو اس پر ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر کتاب الصدقہ کی خبر میں کوئی صداقت موجود ہے تو ظاہر ہے کہ اس کے دو چار نسخے مرکز کے لئے بھی ضرور لکھوائے گئے ہوں گے۔ کیونکہ یہ امر ممکن ہی نہیں کہ صوبہ جات کے عاملوں کو تو کتاب الصدقہ بھیج دی گئی ہو اور مرکز میں اس کا کوئی نسخہ موجود نہ ہو تو اس طرح جانشینانِ رسول ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم پر لازم آتا تھا کہ اس نسخۂ رسول کی حفاظت کا معقول انتظام فرماتے تا کہ وہ نقل در نقل کے ذریعہ اپنی اصلی صورت میں قیامت تک کے مسلمانوں تک پہنچ جاتا۔ لیکن:۔

کتاب الصدقہ کی عدم حفاظت کا مجرم کون ہے؟

☆ چونکہ اس وقت کتاب الصدقہ کا وجود کہیں موجود نہیں، اور نہ موجودہ ذخیرۂ روایات میں صدقہ کے مسائل ہی کتاب الصدقہ کے حوالہ سے منقول ہیں۔ تو بتایا جائے کہ یہ گراں بہا رسولی نسخہ کہاں غائب ہو گیا۔ کیا اُسے آسمان کھا گیا تھا یا زمین نگل گئی تھی؟ نیز بتایا جائے کہ اس رسولی نسخہ کی عدم حفاظت کے مجرم کون تھے؟ خلفاءِ راشدین کے متعلق تو یہ تصور بھی نہیں کیا جا

سکتا کہ اگر رسول سلام علیہ نے کوئی کتاب لکھوائی ہو تو اُسے یہ مقدسین ضائع کر دیں۔ اور ان کے علاوہ باقی حضرات کو اگر اس جُرم عظیم سے بَری کرنا مقصود ہے تو بلا توقف تسلیم کر لینا چاہئے کہ کتاب الصدقہ کی کتابت بعید رسالت افسانہ محض ہے۔ رسول سلام علیہ نے کوئی غیر منزل من اللہ کتاب نہ لکھی نہ لکھوائی اور نہ اپنے پیچھے چھوڑی تھی۔ کیونکہ جس کتاب قرآنِ کریم کے آپ رسول تھے اس میں باندازِ امر و نہی حکم دیا گیا۔ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (7/3) ایمان والو! صرف اُس کتاب کی اتباع کرو۔ جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور اس کے غیر کے خیر خواہوں کی اتباع ہرگز نہ کرنا۔۔۔ اس کے برعکس اگر علماءِ روایات بضد ہیں کہ رسول نے کتاب الصدقہ نامی غیر منزل من اللہ کتاب ضرور لکھوائی اور پیچھے چھوڑی تھی تو نشاندہی کی جائے کہ اس رسولی نسخے کو ضائع کرنے اور عدم حفاظت کے مجرم کون تھے؟ کیا اسے خود صحابہ کرام، خلفاءِ راشدین رضوان اللہ علیہم نے ضائع کر دیا تھا؟ یا تابعین، تبع تابعین یا آئمہ حدیث اس ارتکاب جرم کے مجرم تھے؟

نگاہِ بازگشت (سابقہ تحریر کا خلاصہ)

اس کتابچہ کے شروع میں تمہید کے طور پر لفظ حدیث کی لغوی تحقیق کے انداز میں واضح کیا گیا ہے کہ حدیث کا مطلقاً معنیٰ ہے بات۔ لیکن اسلامیات کی زبان میں حدیث کہا جاتا ہے۔ رسول صاحب قرآن سلام علیہ کے قول کو اور حقیقت کی رُو سے رسول کے اقوال کی دو قسمیں ہیں:۔

(۱) رسولی اقوال (۲) بشری اقوال

☆ چونکہ یہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ رسول کی بیک وقت دو حیثیتیں تھیں۔ رسولی اور بشری، اس لئے آپ کے اقوال کی بھی دو حیثیتیں ہیں۔ رسولی حیثیت اور بشری حیثیت۔ قرآنِ کریم نے رسول کی دونوں حیثیتوں کو نکھار کر بیان کر رکھا ہے کہ آپ بشر رسول تھے۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (41/6,+18/110) = اے رسول! کہہ دیجئے گا کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں۔ (تم میں اور مجھ میں فرق یہ ہے کہ) میری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی کی جاتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری طرف اپنا پیغام میری معرفت نازل ہے۔ ☆ اسی طرح سب کے سب سابقہ رُسل بھی بشر رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے قوم کے سامنے الگ الگ اعلان کروا دیا تھا قَالَتْ لَهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (14/11) سب قوموں کو ان کے رسولوں نے کہہ دیا تھا کہ ہم تمہارے جیسے بشر ہیں۔ (بشری تقاضوں سے مستثنیٰ نہیں ہیں)

اس طرح ہر نبی کے اقوال واحادیث کی دو قسمیں تھیں۔ بشری اور رسولی۔ وحی کی طرف سے بشری احادیث کی مخالفت بھی ہوتی تھی اور ان کے بدلے باری تعالیٰ کی طرف سے تنبیہہ بھی کی جاتی تھی۔ نوح سلام علیہ کا بیٹے کیلئے دُعا کرنا بشری حدیث تھی رسولی نہیں جس پر آپ کو ان الفاظ میں تنبیہہ کی گئی اِنِّیۡۤ اَعِظُکَ اَنۡ تَکُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِیۡنَ ○ (11/46)

☆ یونس سلام علیہ کا ہجرت کے لئے وقت متعین کرنے کا فیصلہ رسولی فیصلہ نہیں تھا بشری تھا۔ جس کے بعد آپ کو یہ اقرار کرنا پڑا۔ اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ (21/87) اسی طرح ابراہیم سلام علیہ کا آذر کے لئے دُعا کرنا بھی بشری حدیث تھی۔ جس پر آپ کو تنبیہہ بھی کی گئی اور آپ کی اس حدیث کو اسوۂ رسولی سے خارج بھی کر دیا گیا۔

☆ قَدۡ کَانَتۡ لَکُمۡ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ الَّذِیۡنَ مَعَهٗ ۚ ..... اِلَّا قَوۡلَ اِبۡرٰهِیۡمَ لِاَبِیۡهِ (60/4)

☆ خود رسُولِ مقبول سلام علیہ نے جب ایک مرتبہ منافقوں کو جنگ پر نہ جانے کی اجازت دیدی تو تنبیہہ نازل ہوئی:

☆ عَفَا اللّٰهُ عَنۡکَ ۚ لِمَ اَذِنۡتَ لَهُمۡ (9/43) ۔اے رسول اللہ آپ کو معاف کرے آپ نے منافقوں کو کیوں اجازت دیدی ہے

پس مذکورہ بالا آیات کریمات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں مذکور احادیث رسول سمیت جُملہ انبیاء کی رسولی حدیثیں نہیں تھیں بلکہ بشری حدیثیں تھی۔ جن پر تنبیہہ بھی کی گئی اور عفو بھی کیا گیا تھا ☆ گذشتہ صفحات میں ان قرآنی دلائل کے علاوہ علماءِ اہلحدیث کے مسلمات بھی پیش کئے گئے ہیں۔ اگرچہ وہ روایتی مسلمات قرآنِ کریم کی رُو سے غلط ہیں۔ لیکن علماءِ اہلِ حدیث کے خود اپنے مسلمات کے مطابق بھی رسول کی احادیث دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہیں۔

☆ بشری احادیث ☆ رسولی احادیث

شہد حرام کرنا

علماءِ روایات کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ رسول نے بیویوں کے کہنے پر شہد حرام کر دیا تھا۔ جس پر 66/1 میں تنبیہہ نازل ہوئی کہ آپ نے ایسا کیوں کہا ہے کہ میں فلاں چیز کو حرام کرتا ہوں۔ اب ظاہر ہے کہ وحی کے ذریعے رسول کی جس حدیث کی مخالفت کی گئی وہ رسولی حدیث ہرگز نہیں ہو سکتی۔ بشری حدیث ہی ہو سکتی ہے۔

زید کا قصّہ

پھر علمائے اہلحدیث خود تسلیم کرتے ہیں کہ رسول سلام علیہ نے زید رضی اللہ عنہ کو کہا کہ بیوی کو طلاق نہ دے لیکن انہوں نے آپ کی اس بشری حدیث کا چھے دن انکار کر کے طلاق دیدی۔ اب اگر رسول کی ہر حدیث رسولی اور واجب الاتباع تھی تو ہر حدیث کا منکر منکرِ حدیث ٹھہرتا ہے۔۔۔ پس روایتی تفاسیر کی رُو سے زیدؓ یقیناً یقیناً منکرِ حدیث اور کافر و زندیق ٹھہرتے ہیں۔ لیکن چونکہ اہلحدیث حضرات زیدؓ کو منکرِ حدیث اور کافر و زندیق قرار نہیں دیتے اس سے دوپہر کے سورج کی طرح عیاں ہے کہ اہلحدیث اس حدیث کو یقیناً رسول کی بشری حدیث قرار دیتے ہیں جس میں آپ نے بقول روایات زیدؓ کو فرمایا کہ بیوی کو طلاق نہ دے۔ لیکن بقولِ روایات آپ نے اس بشری حدیث کا انکار کر کے طلاق دے دی۔

(نوٹ) رسول سلام علیہ پر شہد یا کسی چیز کا حرام ٹھہرانا بہتانِ محض ہے 66/1 میں لِمَ تُحَرِّمُ استفہامِ انکاری ہے جس میں آپ کی شانِ اطاعت گزاری اجاگر کی گئی ہے کہ آپ اس چیز کو کیوں حرام کریں گے، یعنی ہرگز حرام نہیں کریں گے جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال ٹھہرایا ہے۔۔۔ زیدؓ پر بھی مذکورہ بالا الزام محض ہے۔ تفصیل کے لئے ادارہ کا پمفلٹ "تجزیہ قصہ زیدؓ" ملاحظہ فرمائیں۔

المختصر! یہ کہ خود قرآنِ کریم اور مسلماتِ اہلحدیث کے مطابق ثابت کیا گیا ہے کہ احادیث کی دو قسمیں ہیں۔ بشری اور رسولی۔ اس مسلمہ سے اگر اہلحدیث حضرات بلاوجہ آنکھیں بند کرلیں۔ تو یہ الگ بات ہے ورنہ نہ یہ حضرات بشری احادیث کا قرآن کریم کی رو سے انکار کر سکتے ہیں اور نہ اپنے مسلّمات کی رُو سے

کتابتِ احادیث نبویہ

احادیثِ نبویہ کی کتابت کے ضمن میں گذشتہ صفحات میں وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پورے کے پورے قرآن کریم کو رسولِ کریم کا قول قرار دیا ہے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (69/40) ۔ اس آیت کے لفظ رسول کریم سے علماءِ روایات مراد لیتے ہیں کہ یہ جبریل امین کے متعلق کہا گیا ہے۔ لیکن اس سے اگلی آیت میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہ وہ رسولِ کریم ہیں جنہیں لوگ شاعر کہتے ہیں۔ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (69/41) اور اسی رسولِ کریم کے متعلق کہا گیا ہے: وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ (69/42) اور اسی رسول کریم کے متعلق اگلی آیت میں ارشاد ہوا ہے۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ (69/44-46) اور اگر یہ رسول ہمارے ذمہ اپنی

طرف سے کوئی قول لگا دے تو ہم اُسے اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیں پھر اس کی رگِ جان کاٹ ڈالیں۔۔۔پس اِنَّـهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (69/40) پورے قرآنِ حکیم کو رسول عربی کا قول اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول سلام علیہ کے قلبِ اطہر پر بے آواز نازل ہوتا تھا۔ 2/97 بآواز اور قول کی صورت میں چونکہ رسول کی زبانِ مبارک سے ادا ہوا اس لئے بارشادِ وحی رسول کا قول کہلایا۔ نیز رسول کی صحیح احادیث بھی آپ کی زندگی کے واقعات درجِ قرآن کراتے ہوئے خود وحی کے ذریعہ قرآنِ کریم میں محفوظ کر دی گئی ہیں۔ مثلاً

☆ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (9/40) جس وقت ہمارے رسول نے اپنے ساتھی سے کہا غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

☆ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ (33/37) جب آپ نے اس شخص کو جس پر اللہ نے اور آپ نے انعام فرمایا تھا یہ کہا کہ اپنی بیوی کو اپنے لئے روک رکھ۔ ان احادیث مبارکہ کے علاوہ قُل مذکور اور قُل محذوف کے ساتھ بھی رسول کی سینکڑوں حدیثیں اپنی کتاب میں محفوظ کر کے اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا ہے کہ اس تنزیلی حدیث کے سوا اور کونسی حدیث قابلِ ایمان ہو سکتی ہے۔

☆ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ○ (77/50) فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ○ (45/6)

ان آیات کریمات کے فیصلۂ الٰہی کے مطابق اس حدیث کے سوا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے کوئی اور حدیث قابلِ ایمان نہیں کیوں؟ اس لئے کہ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا (39/13) کے الٰہی فیصلہ کے مطابق قرآنِ کریم کی صورت میں خود اللہ تعالیٰ نے احسن الحدیث نازل کر دی ہے اور اس حدیث کے سوا باقی سب کی اتباع سے منع کر دیا ہے۔ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (7/3) ایمان والو! اُس کتاب کی اتباع کرنا جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اس کے سوا غیر منزل من اللہ کتابوں کے خیر خواہوں کی پیروی ہرگز نہ کرنا۔

المختصر

قرآنِ کریم کے دلائلِ قاطعہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے لفظ حدیث کے جملہ تقاضے قرآنِ حکیم میں پُورے کر دیئے ہیں کہ قرآن سارے کا سارا قولِ رسول ہے 69/40 اس میں رسولِ اکرم کی صحیح احادیث محفوظ کر دی گئی ہیں۔ 33/37, 9/40۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ احسن الحدیث ہے۔ 39/13۔ اس میں قُل محذوف اور قُل مذکور کے ساتھ رسول سلام علیہ

کی احادیثِ مبارکہ محفوظ کی دی گئی ہیں۔ اور اس کے سوا ہر غیر منزل من اللہ کی پیروی حرام کر دی ہے۔ 7/3 اس لئے اسی منزل من اللہ کے نسخہ امام کو رسول نے اپنے دستِ مبارک کے ساتھ خود لکھا 29/48۔ خود اپنی نگرانی میں اپنے نسخۂ امام سے مزید متعدد نسخے صبح شام صرف نحو کے ماہر نیکوکار کاتبوں سے املا کرایا کرتے تھے۔ 25/8 ,80/15-16 قرآنِ کریم ہرن کی کشادہ جھلی پر سطروار لکھا جاتا تھا۔ 52/3 رسول خود تنزیلی حافظ تھے 87/6 اور آپ نے بہت سے صحابہؓ کو حافظ بنا دیا تھا۔ 29/49 رسول کا اپنا لکھا ہوا قرآنِ کریم کا نسخۂ امام ہر وقت آپ کے پاس موجود رہتا تھا۔ جسے آپ ہاتھ میں پکڑ کر کہا کرتے۔ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ (6/19) اور میری طرف یہ قرآن نازل ہوا ہے۔

☆ اس طرح احسن الحدیث کی کتابت خود رسول سلام علیہ کی زندگی میں انجام پائی۔ کتابت کے مذکورہ جملہ مرحلوں کی خبر قرآنِ کریم کی آیاتِ بالا میں درج ہے اور قرآنِ کریم اپنی اصلی حالت میں پوری دنیا کے سامنے موجود و محفوظ ہے۔ لیکن وہ غیر منزل من اللہ کتابیں جن کی پیروی سے 7/3 میں مطلقاً روک دیا گیا ہے۔ اور جو حدیث کے نام سے منسوب محض ہیں۔ ان کی کتابت کی یہ حالت ہے خود ان کے اپنے دیباچوں میں لکھا ہے کہ بخاری مسلم وغیرہ تیسری صدی ہجری کی لکھی ہوئی ہیں اور ابو یعلیٰ دار قطنی طبرانی اور طحاوی وغیرہ چوتھی صدی کی یعنی ان کے اپنے مندرجات سے ثابت ہے کہ وہ سب کی سب رسول سلام علیہ کی وفات کے بعد تیسری اور چوتھی صدی میں عن فلاں، عن فلاں کے غیر محفوظ، غیر معقول اور غیر معتبر طریقہ سے جمع کی گئی تھیں۔

کتابچہ کتابتِ حدیث عہدِ نبوی میں

لیکن محترم ابوبکر صاحب غزنوی نے ایک کتابچہ شائع کیا ہے "کتابت حدیث عہدِ نبوی میں"۔ جس میں اس امر کے دلائل جمع کئے گئے ہیں کہ موجودہ ذخیرۂ حدیث کی تعداد کے برابر ایک ذخیرۂ احادیث خود عہدِ نبوی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں جمع کر لیا گیا تھا۔ ہم نے گذشتہ صفحات میں لکھا ہے۔ چونکہ کتابچہ کا بتایا ہوا۔۔۔ صحابہ کا مرتب کردہ ذخیرۂ احادیث اس وقت کہیں موجود نہیں۔ اس لئے ذیل کے چار میں سے ایک امر کا ماننا لازم آتا ہے۔

(۱) پہلا یہ کہ اگر کتابچہ کی خبر صحیح ہے کہ صحابہؓ نے ایک ذخیرۂ احادیث لکھا ہوا تھا۔ جو اس وقت کہیں موجود نہیں تو ماننا پڑتا ہے کہ صحابہؓ نے اُسے خود ہی لکھا اور خود ہی ضائع بھی کر دیا تھا۔

(۲) دُوسرا یہ کہ اگر صحابہؓ کے متعلق ایسا تصور قابلِ قبول نہیں تو ماننا پڑتا ہے کہ صحابہؓ کے لکھے ہوئے ذخیرہ کو تابعین نے ضائع کر دیا تھا اور تبع تابعین کو ایک ایک حدیث کے لئے سَو سَو میل کا سفر کرنا پڑا۔

(۳) تیسرا یہ کہ اگر تابعین کے متعلق بھی ضیاع احادیث کا نظریہ منظور نہیں تو ماننا پڑے گا کہ تابعین نے اُسے تبع تابعین تک پہنچا دیا تھا۔ لیکن اُنہوں نے صحابہؓ کا معتبر ذخیرہ خود ضائع کر دیا ہوگا۔ اور پھر خود ہی ایک ایک حدیث کے لئے سو سو میل کا سفر کر کے موجودہ ذخیرہ رطب و یابس اور ضعیف و موضوع مدوّن کیا ہوگا۔

(۴) اور چوتھا یہ کہ اگر صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی کے متعلق بھی صحابہؓ کے مرتب کردہ ذخیرہ احادیث کو ضائع کرنے کا تصور قابلِ قبول نہیں تو دوپہر کے سورج کی طرح عیاں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کوئی ذخیرۂ احادیث نہیں لکھا جس کے ضائع کرنے کا الزام یا تو خود صحابہؓ پر آتا ہے یا تابعین پر اور یا پھر تبع تابعین پر۔

صحابہؓ کا حافظہ بہت تیز تھا

صاحبِ کتابچہ کا عنوان اگرچہ عہدِ نبوی میں کتابتِ حدیث کا ہے لیکن چونکہ اُس عہد کا لکھا ہوا کوئی ذخیرہ کہیں موجود نہیں اور احادیث کا موجود ذخیرہ چونکہ محض سُنے سُنائے طریقہ سے جمع کردہ ہے اس لئے آپ نے سُنے سُنائے طریقے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے دعویٰ کیا ہے کہ صحابہؓ کا حافظہ بہت تیز تھا۔ لیکن ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ اس ذخیرہ کی صحیح ترین مانی ہوئی کتاب بخاری شریف کی شہادت اس کے برخلاف ہے، جیسے کہ مولوی مسافر خانہ کراچی کی مطبوعہ بخاری شریف کی جلد سوم کے صفحہ ۳۶۳ پر انتہائی کثیر الروایت صحابی ابو ہریرہؓ کے حافظے کو اس طرح مشکوک ثابت کیا گیا ہے کہ اس طرح مشکوک ثابت کیا گیا ہے کہ

☆ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین اور بیواؤں کے لئے محنت مزدوری کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور تعنی نے بیان کیا کہ مجھے شک ہے کہ شاید یہ فرمایا کہ اس عبادت گزار کی طرح ہے جو سُست نہیں ہوتا اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو افطار نہیں کرتا۔

☆ اسی طرح مذکورہ مطبع کی مطبوعہ بخاری شریف جلد دوم کے صفحہ ۱۴۶ پر ابنِ عباسؓ کے حافظے کے متعلق لکھا ہے ''ابنِ عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ۔۔۔ آپ سلام علیہ نے بوقت وفات تین وصیتیں کیں (۱) مشرکوں کو جزیرہ عرب سے نکال دینا (۲) قاصدوں کو اسی طرح انعام دینا جس طرح میں دیا کرتا تھا (۳) اور تیسری وصیت میں خود بھول گیا۔

☆ نیز عائشہ کے حافظہ کے متعلق بخاری جلد سوم کے ایک ہی صفحہ ۱۳۶ پر رسول سلام علیہ کی طرف منسوب شہد حرام کرنے کے افسانے سے متعلق آپ سے دو حدیثیں منقول ہیں۔ عائشہ ایک میں کہتی ہیں کہ رسول سلام علیہ زینبؓ کے گھر میں شہد کا شربت پینے کے باعث زیادہ دیر ٹھہرتے تھے۔ اس پر حفصہؓ نے یہ منصوبہ تیار کیا کہ ازواجِ مطہرات میں سے رسول جس

کے پاس بھی آئیں تو وہ یہ کہے کہ یارسول اللہ آپ کے منہ سے بو آتی ہے۔ لیکن دوسری حدیث میں عائشہؓ ہی کا قول درج ہے کہ آپ زینبؓ کے ہاں نہیں بلکہ حفصہؓ کے ہاں شہد کا شربت پیتے تھے اور مذکورہ بالا منصوبہ خود عائشہؓ نے تیار کیا تھا۔ بس بخاری شریف کی مذکورہ بالا روایات سے عائشہؓ اور صحابہؓ کے حافظہ کی جو کیفیت نمایاں ہوتی ہے وہ صاحب کتابچہ کے دعویٰ کے سو فیصدی خلاف ہے۔

☆ عہدِ نبوی میں کتابتِ حدیث کے دلائل کے طور پر صاحب کتابچہ نے بہت سے مجموعوں کے نام پیش کئے ہیں۔ جن میں سے صحیفہ عمر بن حزم، قبیلہ حمینہ کے نام تحریر اور صحیفہ وائل بن حجر، صحیفہ اہلِ یمن اور کتاب الصدقہ پر پہلے بحث کی جا چکی ہے۔ جس کا تلخص یہ ہے کہ اگر صاحب کتابچہ کے دعویٰ کے مطابق رسول اللہ سلام علیہ نے حدیث کے یہ صحیفے خود اپنی نگرانی میں لکھوائے تھے تو ایسے صحیح ذخیرے کو خلفاءِ راشدین، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے کیوں محفوظ نہیں کیا کہ اُن پاکیزہ صحیفوں سے امت محروم ہوگئی۔ اور عن فلاں، عن فلاں کے غیر محفوظ اور غیر معقول طریقے سے جمع کردہ مجموعہ رطب و یابس ان کے حصے میں آیا۔ پس نشاندہی کی جائے کہ مذکورہ نام نہاد رسولی صحیفوں کو ضائع کرنے اور ان کی عدم حفاظت کے مجرم کون تھے۔ کیا اُنہیں خود خلفائے راشدین ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم نے تلف کر دیا؟ تابعین، تبع تابعین، یا آئمہ حدیث اس ارتکابِ جرم کے مجرم تھے کہ رسول اللہ کے اپنے لکھوائے ہوئے ذخیروں سے امت محروم ہے۔

(نگاہِ بازگشت یا گذشتہ تحریر کا خلاصہ ختم ہوا۔ اب تحریر کا بقیہ حصہ ملاحظہ فرمائیں)

خطوط و وثائق

کتابچہ "کتابتِ حدیث عہدِ نبوی میں" کے صفحہ ۸ پر لکھا ہے:۔ "ان کتابی ذخیروں کے علاوہ سینکڑوں کی تعداد میں وہ خطوط اور وثیقے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں بادشاہوں، قبیلوں، سرداروں اور دُوسرے لوگوں کے نام لکھوائے اور خود ان پر اپنی مہر ثبت کی۔ ان خطوط میں ایک خط وہ بھی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقوقش شاہِ مصر کے نام بھیجا تھا۔ یہ خط مصر کے آثارِ قدیمہ کی کھدائی میں برآمد ہوا ہے۔ یہ برآمد شدہ خط حدیث کی مستند کتابوں میں منقول ہے۔ اصل خط کا عکس بھی بارہا شائع ہو چکا ہے۔"

ہمارے نظریہ کی تائید

کتابچہ کے اقتباسِ بالا نے ہمارے نظریہ کی تائید کا مقدس فریضہ بدرجہ اتم ادا کر دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ نہ رسول اللہ

سلام علیہ نے احادیث کا کوئی مجموعہ لکھوایا تھا اور نہ صحابہؓ نے لکھا تھا۔ کیونکہ اگر کوئی ذخیرہ احادیث رسول نے لکھوایا ہوتا، تو جس طرح مختلف بادشاہوں اور سرداروں کی طرف لکھے ہوئے آپ کے خطوط چودہ سو سال گذر چکنے کے باوجود موجود پائے گئے ہیں اسی طرح رسول کے لکھوائے ہوئے صحیفوں کا موجود ہونا بھی لازم ہے۔ اب سوال کا جواب کہ وہ کیوں موجود نہیں۔ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ اگر لکھوایا گیا ہوتا تو موجود ہوتا اور جب لکھوایا ہی نہیں گیا تو موجود کہاں ہو سکتا ہے؟

روایت ساز کوئی دودھ پیتے بچے نہیں تھے

اقتباسِ بالا میں صاحبِ کتابچہ نے دلیل دی ہے کہ شاہِ مقوقش کے نام رسول سلام علیہ کا جو خط برآمد ہوا ہے وہ حدیث کی روایت کے عین مطابق ہے اور یہ مطابقت کتبِ حدیث کے مستند ہونے کی دلیل ہے۔۔۔۔ اس کے جواب میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ روایت سازوں نے کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلی ہوئی ہیں اور نہ وہ دودھ پیتے بچے تھے کہ رسول اللہ سلام علیہ کے کسی خط کا حوالہ دیں اور وہ اصل خط کے خلاف ہو۔ وہ جانتے تھے کہ جب بھی وہ خط سامنے آ گیا اگر ہمارا حوالہ اُس کے خلاف ہوا تو ہمارے بہتان و افترا علی الرسول کا بھانڈہ چوراہے میں پھوٹ جائے گا۔ اس لئے جن تحریروں کی تصدیق و تہذیب کا امکان تھا ان میں کذب و افترٰی کو پاس تک نہیں پھٹکنے دیا اور جن کی تصدیق ناممکن ہے اُن میں پوری طرح کھل کھیلنے کا ثبوت دیا ہے مثلاً

رسول اللہ نے چھ سالہ بچی کیساتھ نکاح کیا معاذ اللہ!

بخاری شریف جلد سوم صفحہ ۹۸۔۹۹ پر لکھتے ہیں کہ رسول اللہ سلام علیہ نے عائشہ کیساتھ نکاح کیا تو اس وقت وہ چھ سال کی بچی تھیں اور جب وظیفہ زوجیت ادا کیا تو چاشت کا وقت تھا اور ان کی عمر نو برس کی تھی۔ دیکھئے! ایک انسانیت سوز فعل خود محسنِ انسانیت پر افترٰی کیا گیا ہے کہ جس کی تصدیق و تکذیب کا کوئی امکان نہیں اور نہایت صفائی کے ساتھ رسول کی ایسی انسانیت کش سنّت پیش کر دی ہے۔ جس کی بدولت بارہ سو سال سے اَن میل شادیوں کے ذریعہ کروڑوں نوخیز لڑکیاں ساٹھ ساٹھ ستر ستر سالہ بوڑھوں کی جنسی خواہشات کی بھینٹ چڑھتی آ رہی ہیں اور قیامت تک چڑھتی جائیں گی۔

☆ اسی طرح بخاری شریف جلد سوم صفحہ ۱۳۱ پر بنتِ جَون والی روایت میں لکھتے ہیں کہ رسول ایک باغ میں تشریف فرما تھے کہ بنتِ جَون آپ کے پاس لائی گئی۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو۔ آپ اندر چلے گئے اور دُخترِ جَون سے کہا کہ اپنا آپ میرے حوالے کر دے۔ اس نے کہا کیا شہزادیاں بھی کبھی اپنا آپ بازاری آدمیوں کے حوالے کیا کرتی ہیں۔ اس پر آپ نے اُسے مائل کرنے کیلئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ لیکن اس نے کہا کہ میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس پر

آپ باہر آ گئے اور اپنے ساتھی ابو رسید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اُسے کپڑوں کے دو جوڑے دیکر رخصت کر دو۔

☆ یہ **بخاری شریف** ہے جسے قرآنِ کریم کے بعد صحیح ترین کتاب مانا گیا ہے جس میں رسول کو اتنے گھٹیا کردار کا حامل بتایا گیا ہے جس پر مخالف کہہ سکتا ہے کہ رسول نے معاذ اللہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ معاذ اللہ دُخترِ جَون سے بلا نکاح طلبِ قربت فرمائی تھی۔ اور اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ وہ آپ کی منکوحہ تھی تو مخالف کہہ سکتا ہے کہ اگر وہ منکوحہ تھی تو اس کا نام ازواج مطہرات کی فہرست میں کیوں درج نہیں؟ پھر اگر وہ آپ کی منکوحہ تھی تو بتایا جائے کہ اسے حرمِ رسول کی خلوتوں کی بجائے طلبِ قربت کے لئے باغ میں کیوں لایا گیا؟ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اسے میکے سے لایا جا رہا ہو اور راستے میں وہ باغ ہو جہاں رسول تشریف فرما ہوں تو ایسی حالت میں بھی زوجۂ رسول کو حرمِ رسول میں پہنچانا لازم آتا تھا نہ کہ وہیں طلبِ جنسیت کی تعمیل لازم آتی تھی کہ رسول اُسے وہیں اپنا آپ آپ کے حوالے کرنے کا حکم دے دیں۔

☆ پھر روایت کہتی ہے کہ اس نے اپنا آپ رسول سلام علیہ یعنی اپنے شوہر کے سپرد کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ کیا کبھی شہزادیاں بھی اپنا آپ بازاری آدمیوں کے حوالے کرتی ہیں۔ اس پر مخالف کہہ سکتا ہے کہ کیا رسول نے بنتِ جَون کے ساتھ اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا تھا؟ کیونکہ روایات کی بتائی ہوئی اس زوجۂ رسول کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے ساتھ اُس کی رضا کے بغیر نکاح کر لیا گیا تھا۔ ہم پوچھتے ہیں۔ کہ کیا بخاری شریف کی محولہ روایت میں رسول پر ذیل کے دو الزاموں میں سے کوئی ایک بہتان تھوپنے کی پوری پوری کوشش نہیں کی گئی؟

(۱) یا تو رسول سلام علیہ نے معاذ اللہ معاذ اللہ بلا نکاح طلبِ قربت فرمائی تھی۔ استغفر اللہ! اور یا:۔

(۲) بنتِ جَون سے اُس کی منشاء کے خلاف نکاح فرمایا تھا۔۔۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے۔ لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ کَرْھًا . (4/19) ایمان والو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں (حرام ہے) کہ تم عورتوں کی رضا کے بغیر اُن کے شوہر بن جاؤ۔۔ پس کیا بخاری شریف کی روایت نے رسول کو قرآنِ کریم کی مخالفت اور حرام فعل کا مرتکب ٹھہرانے کی ناپاک جُرأت نہیں کی؟

مؤدبانہ گزارش

آگے بڑھنے سے پہلے ہم اپنے بیدار مغز نوجوان فاضل سیّد ابو بکر صاحب، صاحبِ کتابچہ کی خدمت میں مؤدبانہ عرض کرتے ہیں کہ آپ نے شاہ مقوقش کے نام رسول سلام علیہ کے خط کو کتبِ روایات کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے لیکن جیسے کہ پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے کہ روایت ساز کچی گولیاں نہیں کھیلتے تھے کہ جس چیز کے کل کو سامنے آ جانے کا امکان

تھا اُسے غلط رنگ میں پیش کرتے۔ اُن کا مشن تھا اخلاقِ محمدی کی تنقیص و تضحیک جس میں وہ کامیاب ہوئے جیسے کہ کتب روایات کی چوٹی کی افضل ترین اور صحیح ترین مانی ہوئی کتاب کی بنتِ جَون والی روایت میں نہ صرف رسول سلام علیہ کے اخلاقِ عظیم کو صریح الفاظ کے ساتھ بازاری قرار دیا گیا ہے بلکہ آپ کو تعلیمِ قرآنیہ 4/19 سے مطلقاً بے خبر ثابت کیا ہے۔ اور اگر بے خبر نہیں تو اس کا کھلا باغی اور نافرمان قرار دیدیا ہے۔ العیاذ باللہ۔ اور اس روایت کی تصدیق و تکذیب کے لئے کسی شاہ مقوقش کے نام کے رسول سلام علیہ کے کسی خط کے کسی آثارِ قدیمہ کی کھدائی سے نکلنے کا مطلقاً امکان موجود نہیں، جس سے اس روایت کو باطل قرار دیکر ناموسِ رسالت کو محفوظ کرنا ممکن ہو۔ کتنے چالاک تھے روایت ساز کہ شاہ مقوقش کا خط صحیح درج کر کے اپنا اعتبار بنایا اور دخترِ جَون جیسی ناپاک روایت کے ذریعے ناموسِ رسالت کے پاکیزہ دامن کو تار تار کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

تحفظِ ناموسِ رسالت

اُمید ہے کہ صاحب کتابچہ فاضل نوجوان بخاری شریف کی روایت بالا پر غیر متعصبانہ غور فرما کر کم از کم بخاری شریف کی بنتِ جَون والی روایت کے بطلان کا اعلان فرمائیں گے۔ اس سلسلے میں جو سب سے بڑی رکاوٹ آپ کے سامنے آئے گی وہ ہے ناموسِ اسلاف۔ کہ جب اسلاف کے بڑے بڑے بزرگوں نے اس روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے تو ہم کون ہوتے ہیں اسے غلط قرار دینے والے؟ اور پھر یہ ہے بھی بخاری شریف کی روایت۔ گذارش ہے کہ اسلاف کی ناموس سے رسول مقبول کی ناموس کا تحفظ کروڑہا درجہ ضروری ہے۔ جب آپ نے فقہ کا بُت توڑ دیا ہے تو اسلاف پرستی کی بُت شکنی آپ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ آخر فقہ کے امام بھی تو ہمارے اسلاف تھے اور بڑے بڑے پائے کے لوگ تھے۔ جس طرح اُن کی تفقہ سے قرآنِ کریم کی روشنی میں اعراض کیا جا سکتا ہے تو اُن اسلاف سے اعراض کیوں نہیں کیا جا سکتا جنہوں نے بنتِ جَون والی اُس روایت کو صحیح قرار دے رکھا ہے جس میں رسولِ مقبول کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ:۔

☆ یا تو بنتِ جَون سے آپ نے بلا نکاح طلبِ قربت فرمائی تھی اور

☆ یا اُس کی منشاء کے بغیر نکاح کر کے 4/19 کی مخالفت کے مرتکب ہوئے تھے معاذ اللہ استغفر اللہ!

عہدِ نبوی کی ایک اہم دستاویز

☆ کتابچہ کے صفحہ ۹ پر لکھا ہے۔ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو وہاں طائف الملو کی اور قبائلیت تھی۔ آپ نے ہجرت کے چند مہینے بعد ہی وہاں ایک حکومت اور شہری مملکت کی بنیاد رکھی۔ وہاں کے باشندوں مہاجر، انصار، یہود اور غیر مسلم عربوں سے مشورہ کرنے کے بعد ایک دستور مملکت نافذ فرمایا۔ جس میں حاکم و محکوم

دونوں کے حقوق وواجبات کی تفصیل ہے یہ ایک اہم دستاویز ہے۔ جسے ابنِ اسحاق نے اپنی سیرت میں اور ابوعبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں اور بعد کے مصنفین میں سے حافظ ابنِ کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اور ابنِ سیّد الناس نے سیرت میں مکمل نقل کیا ہے..... ترپّن (۵۳) دفعات کے اس دستور میں پانچ مرتبہ اہلِ ہٰذہ الصحیفہ کے الفاظ دہرائے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک لکھی ہوئی تحریر تھی ورنہ صحیفہ کا اطلاق اس پر نہیں ہوسکتا۔

یہ صحیفہ کہاں ہے؟

اقتباسِ بالا میں ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ رسول سلام علیہ نے ترپّن (۵۳) دفعات پر مشتمل ایک دستور تیار کیا تھا۔ ہم پوچھتے ہیں جب اسی دَور کا لکھا ہوا شاہ مقوقش کے نام کا رسول سلام علیہ کا خط محفوظ وموجود بتایا جاتا ہے تو یہ اصل صحیفہ کہاں گیا۔ آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی۔ اُس کی عدم حفاظت کے مجرم کون ہیں' صحابہ تابعین' تبع تابعین یا ائمہ حدیث؟

وہ احادیث جو آپ کی اجازت سے لکھی گئیں

کتابچہ کے صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے۔ ''حدیث اور تاریخ کی مستند کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے کئی صحابہؓ کو احادیث قلمبند کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ عبداللہ بن عمرؓ بن العاص کاتبِ حدیث اپنے ایک بیان کی ابتداء یوں فرماتے ہیں: بینما نحن حول رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم یکتب . جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آس پاس بیٹھے لکھ رہے تھے۔ ان الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتابتِ حدیث کا انداز یہ ہوتا تھا کہ آپ درمیانِ محفل تشریف فرما ہیں۔ صحابہؓ کی جماعت آپ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھی ہے اور جو کچھ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ صحابہؓ لکھتے جاتے ہیں۔ یہ تو بالکل املا کی شکل ہوئی۔ ساتھ ہی انسؓ کی اس روایت کو بھی پیشِ نظر رکھئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات کو دو دو تین تین بار دہراتے تاکہ لوگوں کو سمجھنے میں سہولت ہو۔ اس پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام کو صحتِ تعین کے ساتھ احادیث قلمبند کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تھی۔'' (اقتباس ختم)

جواباً عرض ہے کہ

اس اقتباس کو حقیقت کے ساتھ کوئی ادنیٰ تعلق بھی نہیں۔ کیونکہ اگر کتابتِ حدیث کا مذکورہ بالا اہتمام موجود تھا کہ رسول سلام علیہ ہر جملے کو دو دو تین تین بار دُہرا کر بولتے اور صحابہؓ اسے لکھتے جاتے تھے۔ تو حدیث کے متعلق روایتِ لفظی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ لیکن اہلِ روایات حدیث کی روایت لفظی کے ہرگز ہرگز قائل نہیں بلکہ روایت معنوی کے قائل ہیں۔

اور یہ بے چارے کریں بھی کیا۔ کہتے تو ہیں کہ رسول سلام° علیہ پوری صحت لفظی کے ساتھ خود احادیث قلمبند کرایا کرتے تھے۔ لیکن اُدھر کوئی بھی ایک حدیث ایسی نہیں جس میں نہ صرف الفاظ کا تغیر و تبدل موجود ہو بلکہ جملوں کے جملے متغیر و متبدّل پائے جاتے ہیں۔ اور پھر مزیداری یہ ہے کہ کتابتِ حدیث کے مذکورہ بالا معقول اہتمام کا اعلان کرنے والے خود جب کوئی حدیث برسرِ ممبر پڑھتے ہیں تو اپنے پڑھے ہوئے الفاظ پر مطلقاً یقین نہیں ہوتا کہ یہ الفاظ رسول سلام° علیہ کے ہیں۔ بلکہ حدیث کے خاتمہ کے بعد خود کہتے ہیں۔ اَوْ کَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سلم . ہم پوچھتے ہیں کہ عین املا کے طریقۂ کتابت پر اگر صحیح ایمان ہے تو پھر خاتمۂ حدیث پر اَوْ کَمَا قَالَ کہنے کے کیا معنے؟ جواب صاف ہے کہ جو کچھ کتابچہ میں درج کیا ہے اس پر یقین نہیں اور حقیقت یہ کہ ہو بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ ایک ہی عنوان کی اگر چار روایتیں سامنے آتی ہیں تو سب کی سب الگ الگ الفاظ، جُدا جُدا اور مختلف و متضاد بندش و ترکیب کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہوتی ہیں۔۔۔۔ کتابچہ کے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے:۔

عبداللہ بن عمرؓ کی احادیث

آیئے ہم ان احادیث کا جائزہ لیں جو عبداللہ بن عمرؓ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر ضبطِ تحریر میں لاتے رہے۔ عبداللہ بن عمرؓ مہاجرین میں سے ہیں۔ تذکرہ نگاروں نے انہیں العالم الربانی کا لقب دیا ہے..... اب اُن کی کتابتِ حدیث کا حال خود اُن کی زبانی سنئے:

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ہم آپ سے بہت حدیثیں سنتے ہیں جو ہمیں یاد نہیں رہتیں کیا ہم وہ لکھ نہ لیا کریں۔ آپ نے فرمایا بَلٰی فَاکْتُبُوْھَا کیوں نہیں تم اُنہیں لکھ لیا کرو۔۔۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے اجازت حاصل کرنے کے بعد عبداللہ بن عمر نے حدیث کی کتابت شروع کی اور انتہائی شغف و انہماک کے ساتھ احادیث قلمبند کرنے لگے۔" (اقتباس کا ایک حصہ ختم ہوا)

اپنی تردید آپ کردی ہے

اس اقتباس میں عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول نقل کر کے کہ ہمیں حدیثیں یاد نہیں رہتیں اپنی تردید آپ کردی ہے۔ کتابچہ کے صفحہ ۴ سطر ۳۰۲ پر لکھا ہے کہ "اس میں کوئی شک نہیں کہ عرب قوم کا حافظہ غیر معمولی تھا"۔۔۔ اور صفحہ ۱۱ پر اس غیر معمولی حافظے کی خود تردید کردی ہے۔

☆ اب عنوان بالا یعنی عبداللہ بن عمر کی احادیث کا بقایا اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ کتابچہ کے صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے:۔

☆ بعض حضرات نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو کتابتِ حدیث سے منع کیا۔ حضرت عبداللہ ہی کا بیان ہے کہ قریش کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں۔ بہت سی باتیں آپ غصہ کی حالت میں بھی فرماتے ہیں۔ اس لئے احادیث نہ لکھا کرو۔ میں نے حضور سے ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا تم لکھ لیا کرو۔ پھر دہانِ مبارک کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا: وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بیدہٖ ما یخرج منه الا الحق مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اِس مُنہ سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔" (اقتباس ختم ہوا)

جواباً عرض ہے کہ

اس اقتباس پر قلم اُٹھانا تلوار کی دھار پر چلنے کے مصداق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ سلام° علیہ کی بشریت سے انکار کرنا بالکل ایسا ہے، جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا انکار کر دے۔ واضح رہے کہ رسول کو بشر تسلیم کئے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ ہم اپنے فاضل دوست پر سوال کرتے ہیں کہ اگر مَا یَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا الْحَق پر آپ کا ایمان ہے تو یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ (66/1) کا شانِ نزول آپ یہ کیوں تسلیم کرتے ہیں کہ رسول سلام° علیہ نے ازواج مطہرات کے کہنے پر شہد حرام کر دیا تھا۔ اور اس پر آیت 66/1 بطور تنبیہ نازل ہوئی تھی کہ اے نبی آپ اُس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال ٹھہرایا ہے۔ کیا جن لفظوں کے ساتھ بقولِ روایات آپ نے شہد کو حرام کیا تھا وہ رسول کے ذہن مبارک سے نہیں نکلے تھے جن کی اللہ تعالیٰ نے بقولِ روایات تردید فرمائی۔ پھر آپ لوگ کھجوروں میں گابھے لگانے سے منع کرنے والی حدیث بھی خود بیان کرتے ہیں جو صحاح ستہ کی مستند بتائی جاتی ہے کہ آپ نے لوگوں کو منع کیا کہ یہ گابھے مت لگاؤ لیکن جب صحابہؓ نے تعمیلِ حکم کی تو ہوا یہ کہ اس سال کھجور کے درختوں نے بہت کم پھل لیا اور کھجوروں کا قحط پڑ گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ گابھے لگایا کرو۔ پس یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بقول روایات رسول سلام° علیہ کے مذکورہ دو اقوال میں سے کہ "گابھے نہ لگاؤ" اور "گابھے لگایا کرو"۔۔۔ کیا دونوں صحیح ہو سکتے ہیں؟

رسُول پرستی

حقیقت یہ ہے کہ رسول بشر تھے۔ رنج و راحت، بھوک، پیاس اور نیند اونگھ سے مبرّا نہیں تھے اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء کو بھی لوگوں جیسے بشر ہی کہا ہے 14/11 اور خود رسول سلام° علیہ کو بھی سو فیصدی بشر بتایا ہے۔ 41/6,+ 18/110 17/94+۔ اور بشریت کے اس بار بار کے اعلان کا سیدھا اور صاف مطلب یہ ہے کہ رسُول سلام° علیہ کو بشر رسول تسلیم کیا جائے اور آپ کو بشریت سے مستثنےٰ کر کے رسول پرستی کے شرک سے سو فیصدی اجتناب کیا جائے۔ لیکن ایک بات جو قرآنِ

کریم نے جملہ انبیاء اور رسول سلام" علیہ کے متعلق بتائی ہے۔ اُسے ہرگز ہرگز نظر انداز نہیں کیا جائیگا کہ رسالت کے معاملے میں سب نبی رسول امین تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے تھے تو اُس وقت بشری خواہش کا دخل ہرگز نہیں ہوتا تھا۔ جیسے کہ رسول کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔

☆ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (53/3-4) اور جب ہمارا رسول ہمارے پیغام کیلئے نطق فرماتا ہے تو وہ وہی کچھ ہوتا ہے جو اُس کی طرف وحی کیا جاتا ہے اور رسول کے اسی نطقِ گرامی کے متعلق ارشاد ہوا ہے:

☆ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (4/64) = نہیں بھیجا ہم نے اپنا کوئی پیغام پہنچانے والا مگر اس لئے کہ اللہ کے اذن کے ساتھ اس کی اطاعت کی جائے۔۔۔ دیکھئے! رسول سلام" علیہ کی اطاعت بحیثیت رسول لازم کی گئی ہے بحیثیت بشر نہیں۔ واضح رہے کہ رسول کی اطاعت اللہ کے پیغام کی اطاعت ہوتی ہے اور چونکہ اللہ کے پیغام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے جو اُس کے رسول کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اسی لئے فرمایا:

☆ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (4/80) = جس نے اللہ کا پیغام پہنچانے والے (رسولِ امین) کی اطاعت کی (یعنی اللہ ہی کی اطاعت کرواتا ہے) اُس نے اللہ ہی کی اطاعت کی۔

☆ **المختصر!** اللہ کے رسولوں کو بشر اور رسولِ امین ماننے، اور اللہ کے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص رکھنے ہی سے ایمان کامل ہوتا ہے اس کے برعکس رُسل انبیاء کو احاطہ بشریت سے خارج کر کے اُنہیں خوشی اور غصہ کے جذبات سے مبرّا ٹھہرانا اور اُن کی رسولی اور بشری احادیث میں تمیز نہ کرنا اللہ پرستی میں رسول پرستی کی ملاوٹ کرنا ہے جس سے اللہ نے سو فیصدی منع کر دیا ہے: اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ (39/3)

الصحیفہ الصادقہ

کتابچہ کے صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے:۔

☆ اُس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کتابتِ حدیث کا سلسلہ جاری رکھا اور لکھتے لکھتے ان کے پاس احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ حدیث کی اس کتاب کے متعلق حضرت عبداللہؓ فرمایا کرتے تھے۔ **فَاَمَا الصَّادِقَةُ فَصَحِيْفَةٌ كَتَبْتُهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ** ۔ صادقہ وہ کتاب ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست میں نے حدیثیں سُن کر لکھی ہیں۔" (اقتباس کا ایک حصہ ختم ہوا)

جواباً عرض ہے کہ

اقتباس بالا میں بتایا گیا ہے کہ صحیفہ صادقہ نامی ایک حدیث کی کتاب عبداللہ بن عمرؓ نے **براہِ راست** رسول مقبول سے سُن کر لکھی تھی۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو حدیث کی وہ کتاب کس نے تلف کی اور بغیر درمیانی واسطوں کے براہِ راست رسول سلام" علیہ سے سُن کر لکھی ہوئی کتاب کی بجائے عن فلاں عن فلاں کے غیر محفوظ، غیر معقول اور غیر معتبر طریقے سے جمع کیا ہوا موجودہ ذخیرہ روایات کیوں امت کے سامنے ڈال دیا گیا۔ جو نہ صرف فرقہ بندی کا جواز مہیا کرتا ہے بلکہ ہر فرقے کیلئے اس کی ضرورت کا مواد بھی دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ حالانکہ قرآنِ کریم کی رو سے فرقہ بندی شرک ہے 32-30/31 اور رسولِ اکرم سے صریح بغاوت ہے۔ 6/159

صحیفۂ صادقہ کی ضمانت

اب صحیفۂ صادقہ کا باقی اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ کتابچہ کے صفحہ ۱۲۔۱۳ پر لکھا ہے "اب رہا یہ سوال کہ حدیث کی کتاب صادقہ کتنی ضخیم تھی اور اس میں کتنی حدیثیں درج تھیں۔ اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ جن سے احادیث کثرت سے مروی ہیں اور جن کی روایتوں کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) ہے فرماتے ہیں، صحابہ کرام میں سے کسی کے پاس مجھ سے زیادہ حدیثیں نہ تھیں۔ ہاں عبداللہ بن عمرؓ کے پاس مجھ سے زیادہ تھیں۔ اس لئے کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے واضح اور غیر مبہم قول سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ صادقہ میں پانچ ہزار تین سو چوہتر سے بھی زیادہ حدیثیں تھیں۔ جب کہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی غیر مکرر حدیثوں کی تعداد چار چار ہزار سے زیادہ نہیں۔۔۔ یہ نسخہ ان کے خاندان میں عرصہ تک محفوظ رہا..... عہدِ نبوی میں حدیث کی کتابت تنہا عبداللہ بن عمر ہی نہیں کرتے تھے۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی جو حدیث کی کتابت کا کام سرانجام دیتی رہی" (اقتباس کے کتابت کے متعلقہ حصے ختم ہوئے)

جواباً عرض ہے کہ

اقتباس بالا میں صحیفہ صادقہ کی ضخامت بتائی گئی ہے بخاری شریف اور مسلم شریف کی الگ الگ غیر مکرر روایتوں کے برابر، نیز لکھا ہے کہ یہ نسخہ عرصہ تک عبداللہ بن عمر کے خاندان میں محفوظ رہا۔ اس طرح اس چیز سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ اگر صحیفہ صادقہ واقعتہً لکھا گیا تھا تو وہ یقیناً یقیناً بخاری اور مسلم اور دیگر مستند مانی ہوئی کتابوں سے بہتر ہوسکتا تھا۔ کیونکہ وہ عن فلاں عن فلاں کے درمیانی واسطوں کے بغیر براہِ راست رسول سلام" علیہ سے آپ کی موجودگی میں لکھا گیا۔ بتایا گیا ہے۔ کیونکہ

حدیث کی موجودہ کتابیں سب کی سب عن فلاں عن فلاں کے غیر محفوظ اور غیر معتبر طریقہ سے لکھی بتائی جاتی ہیں۔ پھر ان میں الفاظ اور جملوں کا تغیر و تبدل بھی موجود ہے، جس کا احتمال اُس ذخیرے میں ممکن نہیں۔ تو اس پر ہمارے وہی سوالات موجود ہیں کہ اس صحیح نہیں بلکہ اصح ذخیرے کو سرکاری طور پر محفوظ کیوں نہ کیا گیا کہ وہ بقولِ اقتباس صرف عبداللہ بن عمر کی خاندانی چیز بن کر رہ گیا۔ اور اخیر پر ضائع ہو گیا۔ اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کوئی صحیفہ صادقہ نامی حدیث کا ذخیرہ لکھا گیا ہے تو اس کتابت کا تعلق کسی دینی شعبہ کے ساتھ نہیں تھا اور نہ اسے دینی اور سرکاری طور پر کوئی اہمیت دی گئی تھی۔ ورنہ لازم آتا تھا کہ حدیث کا یہ معتبر ترین ذخیرہ خلافتِ راشدہ کی تحویل میں آتا، اور اس کی حفاظت کا انتظام سرکاری طور پر کیا جاتا ہے اور یہ نقل در نقل ہوتا ہوا قیامت تک کی اُمت تک پہنچتا رہتا اور اُمت عن فلاں عن فلاں سے بچ جاتی، نیز اگر یہ صحیفہ موجود تھا تو ممکن نہیں کہ اس کا ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کو علم نہ ہو۔ اور جب خلفاء راشدین کا اس سے بے خبر ہونا ممکن نہیں تو اُن کے اسے اپنی تحویل میں نہ لینے، اور اسے محفوظ نہ کرنے سے دوپہر کے سورج کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ اگر مذکورہ کتابت تھی بھی۔ کو کسی دینی شعبہ سے متعلق نہیں تھی۔ اگر کوئی صحیفہ صادقہ موجود تھا بھی تو خلفاء راشدہ کے ہاں اُس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ سب کے سب

حَسْبُنَا کِتٰبُ اللّٰہ کے قائل تھے۔ اور

جیسے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں وہ سب جانتے تھے کہ کتابتِ حدیث کا کام کتابتِ قرآن میں بدرجۂ اتم مکمل ہو چکا ہے (اس بحث کی تفصیل کے لئے دیکھئے۔ اسی مضمون کا صفحہ ۴۳ سطر ۲۴ تا صفحہ ۴۴ کی سطر ۱۳)

صاحب کتابچہ کا ایک طنز

کتابچہ کے صفحہ ۱۵ پر مشہور محدث مولوی عبدالرحمن صاحب مبارکپوری کا ذیل کا اقتباس درج کیا گیا ہے:۔

''اس دَور کے بعض جاہلوں کا گمان ہے کہ احادیث نہ تو عہدِ نبوی میں لکھی گئیں۔ نہ عہدِ صحابہ میں بلکہ تابعین کے عہد میں اکٹھی کی گئیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ جاہلوں کا یہ گمان فاسد ہے اور حقیقتِ حال سے ناواقفیت کی بنا پر وہ ایسا کہتے ہیں۔۔۔ تفنن برطرف ہو سکتا ہے کہ جو کچھ اُنہوں نے کہا ہے گذارشِ احوالِ واقعی ہو لیکن مجھے تو معروضی انداز میں بات کہنی ہے۔ میں 'جَھلہ' کا لفظ کہنے کی جسارت کیوں کرنے لگا۔''

خود اپنے آپ کو موردِ طنز و طعن بنا دیا ہے

تحریر بالا میں مبارکپوری صاحب کا اقتباس نقل کرنے کا تکلف کر کے ہمارے فاضل نوجوان نے خود اپنے آپ اور

آئمہ محدثین کو مورد طنز و طعن بنا دیا ہے۔ کیونکہ ان محدثین ہی نے تو لکھا ہے کہ ایک ایک حدیث جمع کرنے کے لئے سو سو میل کا سفر اختیار کرنا پڑتا تھا۔ اب یہ سوال ائمہ محدثین پر کرنے کا ہے کہ اگر حدیثیں زمانہ رسالت میں جمع ہو چکی تھیں تو انہیں ایک ایک حدیث کیلئے لمبے لمبے سفر اختیار کرنے کا شوق کیوں چرایا تھا ؟ اقتباسِ بالا کے مطابق جَھلَہ' کی طنز اُن پر آتی ہے جنہوں نے خود لکھ رکھا ہے کہ حدیثیں کسی جمع شدہ ذخیرہ سے نہیں نقل کی گئیں بلکہ راویوں کی زبانوں سے عن فلاں، عن فلاں کے طریقہ سے اکٹھی کی گئی تھیں۔ افسوس ہے کہ ہمارے فاضل نوجوان کو اتنا بھی یاد نہیں رہا کہ جَھلَہ' کی طنز کس پر وارد کر رہے ہیں:۔

متعدد حوالہ جات

کتابچہ کے صفحہ ۱۵ تا ۱۹ پر کتب روایات میں سے کتابتِ حدیث بعہدِ نبوی سے متعلقہ ذیل کے متعدد حوالہ جات درج کئے گئے ہیں۔

☆ متعدد صحابہ کرام کے بارے میں حدیث اور تاریخ کی مستند کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ احادیث کو ضبطِ تحریر میں لاتے تھے اور حضرت عبداللہؓ بن عمر بن العاص سے بھی بہت پہلے کتابتِ حدیث کا کام شروع ہو چکا تھا۔

☆ حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے دربارِ رسالت میں عرض کیا، یا رسول اللہ ہم آپ کی زبان مبارک سے بہت باتیں سنتے ہیں اور انہیں لکھ لیتے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لکھ لیا کرو کوئی مضائقہ نہیں۔

☆ ایک دفعہ مروان نے خطبہ میں بیان کیا کہ مکہ حرم ہے۔ رافع بن خدیج نے پکار کر کہا۔ ''اور مدینہ بھی حرم ہے اور یہ بیان میرے پاس لکھا ہوا موجود ہے اگر تم چاہو تو پڑھ کر سنا دوں۔''

☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو لکھنے کی محض اجازت ہی نہیں دی تھی۔ بلکہ ترغیب بھی دیتے رہے۔

☆ حضرت اَنسؓ کا بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے شکایت کی کہ اُسے حدیثیں یاد نہیں رہتیں۔ ارشاد ہوا کہ اپنے ہاتھ سے مدد لو لکھ لیا کرو۔

☆ حضرت جابرؓ اور ابنِ عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ آپ نے ہاتھ سے کام لینے کا حکم دیا۔

☆ صحابہ کرام نے نہ صرف خود احادیث کو قلمبند کیا بلکہ اپنے بچوں کو نصیحتیں کیں کہ احادیث لکھ لیا کرو۔

☆ حدیث کی روایت کرنے والوں میں ایک مشہور صحابی حضرت اَنس بن مالکؓ ہیں ..... جن سے احادیث کثرت سے مروی ہیں ..... ان کے ماں باپ نے والہانہ عقیدت کی بنا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا اور

وقف کرتے وقت کہا۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ وہ ابھی بچہ مگر فنِ کتابت جانتا ہے۔ محدّثین کی ایک جماعت نے سعید بن ہلال کی زبانی روایت کی ہے کہ انس بن مالک سے جب ہم اصرار سے کہتے۔ تو وہ ہمارے لئے ایک چونگا نکالتے اور کہتے کہ یہ وہ حدیثیں ہیں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنیں اور لکھ کر دربار رسالت میں پیش کی ہیں..... دس برس مسلسل حضرت انسؓ کو آپ کی معیّت کا شرف حاصل رہا۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ کتبِ احادیث میں آپ سے دو ہزار دو سو چھیاسی احادیث مروی ہیں۔ حضرت انس کی مرویات مختلف لوگوں کے ہاتھوں قلمبند ہو کر پھیل چکی تھیں۔ ابانؒ تابعی کا بیان ہے کہ ہم حضرتِ انسؓ کے پاس بیٹھ کر حدیثیں لکھتے تھے۔" (اقتباسات ختم ہوئے)

جواباً عرض ہے

اقتباساتِ بالا پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ رسول سلام" علیہ کا فریضۂ رسالت تبلیغ القرآن نہیں بلکہ صحابہؓ کے درمیان بیٹھ کر حدیثیں املا کرانا تھا جن میں معاذ اللہ معاذ اللہ بنتِ ہَون والی نام نہاد حدیث جیسی ننگِ زماں حدیثیں بھی شامل ہیں۔ نیز ارباب عقل و دانش غور کر کے دیکھ سکتے ہیں کہ کوئی ایک حوالہ بھی ایسا نہیں دیا گیا۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کتابتِ احادیث کا کام سرکاری سطح پر کیا گیا تھا۔ اقتباسات کے مندرجات کے مطابق عبداللہ بن عمرؓ نے حدیثیں لکھیں تو وہ ان کے خاندان میں پڑی رہیں اور انسؓ نے لکھیں تو بروئے اقتباس یہ ان کا خاندانی سرمایہ بنیں۔ کبھی لوگوں نے اصرار کیا تو اپنا چونگا نکال کر دکھایا اسی طرح جو حدیثیں رافع بن خدیج کے پاس تھیں۔ وہ اُن کا ذاتی سرمایہ تھیں کبھی موقعہ آیا تو مروان کو پکار کر کہا کہ فلاں حدیث میرے پاس ہے اگر کہو تو پڑھ کر سُنا دوں۔ یہ اللہ کا دین ہے یا ذاتی ملکیت کا مظاہرہ۔ اس افراتفری اور انفرادیت پر تو قارئین کرام علیحدگی میں غور کرتے رہیں۔ ہم اپنے فاضل دوست سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے اقتباسات کے مطابق پانچ ہزار تین سو چوہتر حدیثوں کا مجموعہ عبداللہ بن عمرؓ کے پاس صحیفۂ صادقہ کی صورت میں جمع تھا۔ دو ہزار دو سو چھیاسی حدیثیں آپ کے بتائے ہوئے چونگے کی صورت میں انس بن مالک کے پاس تھیں اور اس کے علاوہ رافع بن خدیج، ابورافع مصری اور دیگر بہت سے صحابہؓ کے پاس بھی حدیثیں جمع تھیں۔ اگر آپ کے مندرجات میں صداقت موجود ہے تو اس حقیقت ثابتہ کے مطابق کہ جب اس وقت کتاب الصدقہ، صحیفہ صادقہ، چونگا انسؓ وغیرہ کا نہ اصل نسخہ کہیں موجود ہے اور نہ موجودہ ذخیرۂ روایات میں کوئی ایک حدیث بھی کتاب الصدقہ، صحیفۂ صادقہ، چونگا انس اور دیگر صحابہ کی کسی کتاب کے حوالے سے منقول ہے تو بتایا جائے کہ یہ آپ کے بتائے ہوئے اور صحابہؓ کے جمع کئے ہوئے گراں بہا نسخے غائب کہاں ہو گئے۔ جبکہ اُسی زمانے کا شاہ مقوقش کا اصل خط موجود ہے۔ کیا اُنہیں آسمان کھا گیا یا زمین نگل گئی۔ نیز بتایا جائے کہ:۔

☆ آپ کے بتائے ہوئے ذخیروں کو خلفائے راشدین کے ہاں سے شرفِ مقبولیت کیوں میسر نہ آیا۔ یعنی

☆ خلفائے کرام ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم نے انہیں سرکاری صحیفے کیوں نہ قرار دیا۔ کیوں نہ ان کی حفاظت کا انتظام فرمایا تاکہ وہ تمام نقل در نقل کے ذریعہ قیامت تک کی اُمت تک پہنچ سکتے؟

☆ نیز بتایا جائے کہ موجودہ ذخیرہ ہائے روایات میں کتاب الصدقہ، صحیفہ صادقہ اور چونگا انسؓ کے حوالہ سے کیوں حدیثیں نقل نہیں کی گئیں۔ ائمہ حدیث نے ان ذخیروں کو کیوں غیر معتبر قرار دے کر کیوں ان سے عملاً بیزاری کا اظہار کیا اور عن فلاں، عن فلاں کے غیر معتبر طریقہ سے حدیثیں جمع کرنا شروع کر دیں۔

صحابہؓ کی جمع کردہ حدیثوں کو ضائع کرنے کا مُجرم کون ہے؟

☆ آخر پر ہم پھر پوچھتے ہیں کہ نشان دہی کی جائے کہ صحابہؓ کے لکھے ہوئے ذخیرۂ احادیث کو ضائع کر کے اُمت کو اس سے محروم کرنے کا مجرم کون ہے؟ اور موجودہ ذخیرے میں صحابہؓ کے ذخیروں کے حوالہ سے حدیثیں درج کیوں نہیں۔ یہ خلفاءِ راشدین کا جرم ہے یا تابعین و تبع تابعین یا ائمہ حدیث کا؟

حقیقت یہ ہے کہ

صحابہ رضی اللہ عنہم جانتے تھے کہ قرآنِ کریم کے علاوہ کوئی غیر منزل من اللہ کتاب ہرگز ہرگز واجب الاتباع نہیں۔ کیونکہ ارشادِ باری ہے:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ (7/3)

اس لئے اُنہوں نے کوئی غیر اللہ کتاب ہرگز نہیں لکھی تھی اور جب تک صحابہؓ کا دَور دَورہ باقی رہا۔ اس وقت تک کسی فردِ بشر کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ حدیث و روایت کی کوئی کتاب لکھتا۔ لیکن جب صحابہؓ کا دور ختم ہو گیا تو دین اللہ میں فرقہ بندی کو راہ دینے کیلئے روایت سازی شروع ہوئی اور اُن رطب و یابس روایتوں میں یہ روایتیں بھی تراش لی گئیں کہ رسول نے کتاب الصدقہ خود لکھوائی تھی۔ عبداللہ بن عمرؓ نے صحیفۂ صادقہ لکھا تھا اور انسؓ نے احادیث کا ایک چونگا تحریر فرمایا تھا۔ لیکن ہمارے اس سوال کا جواب محترم دوستوں کے ذمہ ہے کہ خلفاء راشدین نے ان ذخیروں کو کیوں محفوظ نہ کیا اور آئمہ حدیث نے ان کے حوالہ سے کیوں کوئی ایک حدیث بھی اپنی اپنی کتابوں میں درج نہیں کی؟ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ○

تحیہ ضرار 9/104 والے روایت بنانے تھے پھلا نے تھے اللہ نے ان کو انواہ قرار دیا ۸ : ۶۱